(۷۸۶)

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون

اگر تم نہیں جانتے تو عالموں سے پوچھو

شیعہ بچوں کے لئے

دینیات

کی

تیسری کتاب

از جناب مولانا حافظ فرمان علی صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ

ملنے کا پتہ

منیجر امامیہ کتب خانہ لاہور

مغل حویلی موچی دروازہ

یہ کتاب نیز دیگر ہر قسم کی کتابیں ملنے کا پتہ: منیجر کتب خانہ اثنا عشری لاہور، مغل حویلی

قیمت ۱۲؍

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دینیات

کی

تیسری کتاب

علم کی فضیلت

اس میں تو شک ہی نہیں کہ علم اعلیٰ درجہ کی سعادت اور سب سے بہتر کمال ہے۔ علم کی فضیلت میں بہت سی آیتیں۔ بیشمار حدیثیں موجود ہیں خداوند عالم سورۂ توبہ میں فرماتا ہے کہ ہر گروہ سے کچھ لوگ باہر کیوں نہیں نکلتے کہ فقہ و معرفت حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈرائیں تاکہ وہ لوگ ڈریں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ اور خدا طالب علموں کو دوست رکھتا ہے جناب امیر علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ دین بغیر علم کے کامل نہیں ہو سکتا ہے۔ تم لوگوں پر علم کا طلب کرنا، مال سے زیادہ ضروری ہے۔ کیونکہ روزی تمہاری مقرر ہو چکی ہے اور خدا رزق کا ضامن ہے وہ ضرور پورا کرے گا۔

اور علم اہل علم کے سپرد کیا گیا ہے اور تم کو حکم دیا گیا ہے کہ اُن سے حاصل کرو۔ امام محمد باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ جس ایک عالم کے علم سے لوگ نفع اُٹھائیں وہ ستر[۱] ہزار (بہتیرے) عابدوں سے بہتر ہے امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ جو شخص علم دین نہ سیکھے خداوند تعالیٰ اس کی طرف رحمت کی نظر نہ فرمائے گا اور اس کے اعمال قبول نہ کرے گا۔ امام رضا علیہ السّلام حضرت رسول سے روایت فرماتے ہیں کہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے پس علم کو اس کی جگہ سے حاصل کرو اور اس کے عالم[۲] سے سیکھو کیونکہ خدا کی خوشنودی کے واسطے علم کا حاصل کرنا نیکی ہے اور اس کے ذرائع پیدا کرنا عبادت ہے اور اس کا تذکرہ تسبیح ہے اور جو نہ جانتا ہو اس کو تعلیم کرنا ایک صدقہ کا ثواب اور قُربِ الٰہی کا سبب ہے کیونکہ علم ہی سے حلال و حرام پہچانا جاتا ہے۔ علم بہشت کی راہ کی روشنی ہے وحشت کا مونس ہے غربت کا مصاحب ہے۔ تنہائی کا ہمزبان ہے۔ شادی و غم کا رہنما ہے دفع دشمن کا حربہ ہے۔ دوستان خدا کی زینت ہے ؎

حکایت لطیف

ایک مرتبہ دس آدمیوں نے باہم مشورہ کیا کہ حضرت علی مرتضیٰ سے ہر شخص

---

[۱] ستر ہزار کی تعبیر بہتیرے کی ہے۔ یعنے گویا ستر ہزار سے مُراد تعداد کثیر ہے کہ ستر ہزار نظر حالانکہ ہو سکتا ہے کہ معصوم نے ستر ہزار سے بھی تعداد خاص مُراد لی ہو اور یہ بعید نہیں ہے بلکہ ظاہر و اظہر ہے۔ ۱۲

[۲] یعنے اہلبیت رسولِ خدا معصوم اور وہی راسخین فی العلم مُراد ہیں جنھوں نے نبی سے علم حاصل کیا ہے۔ یعنی علماء مجتہدین شیوا حاضری اکثرہم اللہ۔ ۱۲ (ر۔ا۔م۔ قاحن علی عفنہ)

ایک ہی سوال کرے اور مختلف جواب کا طالب ہو تا کہ حضرت جواب سے عاجز ہو جائیں۔ غرض وہ دسوں آدمی جناب امیرؑ کے پاس آئے۔ اور کہنے لگے یا علی ہم میں سے ہر شخص ایک سوال کرے گا۔ اگر آپ نے سب کو الگ الگ جواب دیا تو ہم سمجھیں گے بیشک آپ شہر علم کے دروازہ ہیں آپ نے فرمایا جو چاہو پوچھو۔ ایک ان میں سے آگے بڑھا اور عرض کی علم بہتر ہے یا مال۔ فرمایا علم کیونکہ مال فرعون اور قارون کا ترکہ ہے اور علم انبیاء کا۔ دوسرے نے بھی یہی سوال کیا۔ آپ نے فرمایا علم بہتر ہے کیونکہ مال کی حفاظت کرنی پڑتی ہے اور علم خود صاحب علم کی حفاظت کرتا ہے تیسرے کے جواب میں فرمایا علم بہتر ہے کیونکہ مالدار کے لوگ دشمن ہیں اور ذی علم کے لوگ دوست ہوتے ہیں۔ چوتھے کے جواب میں فرمایا علم بہتر ہے۔ کیونکہ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے اور علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے پانچویں سے فرمایا علم افضل ہے۔ کیونکہ مالدار کو لوگ بخیل بھی کہتے ہیں اور عالم کریم کہلاتا ہے۔ چھٹے نے کہا علم بہتر ہے کیونکہ مال کے لیے چور اور راہ زن ہوتے ہیں اور علم اس سے محفوظ ہے۔ ساتویں سے ارشاد کیا علم بہتر ہے کیونکہ مالداروں سے قیامت میں حساب لیا جائے گا اور صاحب علم پر کوئی حساب نہیں۔ آٹھویں سے فرمایا علم بہتر ہے کیونکہ مال عرصہ تک رہنے سے پرانا اور خراب ہو جاتا ہے اور علم کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔ نویں سے فرمایا کہ علم افضل ہے کیونکہ مال سے دل تیرہ و تار ہو جاتا ہے۔ اور علم سے قلب نورانی ہوتا ہے۔ دسویں سے فرمایا علم بہتر ہے۔ کیونکہ مال کی کثرت سے فرعون وغیرہ نے خدائی دعویٰ کیا اور حضرت رسولؐ نے کثرت علم کی وجہ سے ما عبدناک حق عبادتک

(ہم نے جو تیری عبادت کا حق تھا ادا نہ کیا) پھر فرمایا قسم ہے اس خدائے پاک کی جس کے قبضۂ قدرت میں علی کی جان ہے اگر اس وقت سے مرتے دم تک

یہی سوال کرتے چلے جاؤ گے تو برابر یہی جواب دیتا رہوں گا۔ اور ہرگز کسی بات کو مکرر نہ کہوں گا۔

المختصر اگرچہ علم دین درجہ اجتہاد تک حاصل کرنا ہر شخص پر واجب عینی نہیں بلکہ واجب کفائی ہے مگر علم دین کا اتنا حاصل کرنا جس سے[1] اعتقادات پر یقین و دلیل حاصل ہو جائیں اور طہارت نماز، روزہ اور دوسرے اعمال کے فقری مسائل پر عمل کر سکے ہر شخص پر واجب و فرض ہے کوئی اس سے مستثنیٰ نہیں عورت ہو خواہ مرد۔ تب ضرور ہوا کہ چند شخص فقہ و اجتہاد حاصل کریں اور باقی مومنین بقدر ضرورت تحصیل علم کریں۔ اور طالبان علم دین کی اعانت و مدد کریں تا کہ آخرت کے عذاب سے سب کو نجات ملے۔ پس فی زمانہ لوگ دو قسم کے ہیں۔ ایک مجتہد دوسرا مقلد۔

مجتہد[2] وہ ہے جو احکام اور دینی مسائل کو قرآن و احادیث سے استنباط کرے اس کا فرض یہ ہے کہ باعمل عالم اور عادل و متقی ہو اور ضعیف الاعتقاد نہ

---

[1] یہ ضروری نہیں کہ لکھ پڑھ کر علم اعتقادات و مسائل ضروریہ حاصل کرے بلکہ علماء و مجتہدین سے دریافت کر کے بلا واسطہ۔ یا با واسطہ اپنے اعزا کے اور سن کر اس پر اعتقاد رکھے۔ اور عمل کرے تو بھی واجب ادا ہو جائیگا۔

[2] مجتہدین سے اصول دین کے مسائل کے متعلق دلیل طلب کرے بلا دلیل کے محض قول مجتہدین پر یعنے اصول دین پر اعتقاد نہیں رکھ سکتا اور فروع دین یعنے اعمال حرام و حلال میں جو بعض جہال دلیل طلب کرتے ہیں یہ ان کو حق نہیں مجتہد کا قول اعمال کے جائز و ناجائز فرمانے میں کافی ہے خواہ پردے کے متعلق ہو یا قربانی کے متعلق سب اعمال میں طلب دلیل کا حق مقلد کو نہیں۔ ۱۲ (آقا حسن عفی عنہ)

جاہلوں کی وعظ و نصیحت سے ہدایت کرے اور قرآن و حدیث کے موافق احکام جاری کرے۔ اور

مقلد وہ ہے جو اتنا علم نہ رکھتا ہو، اس کا فرض یہ ہے کہ فروع دین کے مسائل میں مجتہد کے حکم پر عمل کرے اور اصول دین کو اپنے طور پر غور و فکر عقل و نظر سے حاصل کرے اس میں تقلید نا جائز ہے اور حق و باطل کی تحقیق بغیر غیر کے قول کو قبول کرنا باطل ہے ایسا نہ ہو کہ اس وقت غیر کے کہنے سے کسی مذہب کو حق سمجھ کر اختیار کرے اور قیامت کے دن خُدا کے سامنے اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہو اور خدا کے سامنے گمراہ ٹھہرے۔

پہلا باب

اصول دین

خُدا کا وجود

پہلی دلیل جو شخص تھوڑی سی عقل رکھتا ہے وہ اگر سوچے کہ جب کوئی چیز بغیر بنانے والے کے بنتی یا پیدا نہیں ہوتی ہے اس کے بعد آسمان و زمین، ستارے، آفتاب و ماہتاب وغیرہ دیکھے اور خیال کرے ضرور سمجھ سکتا ہے کہ چیزیں بغیر بنائے پیدا نہیں ہوئیں بلکہ ان کا کوئی بنانے والا ضرور ہے وہی خدا ہے اس مقام پر مجھے ایک عرب کی حکایت یاد آ گئی کہ جب اس سے کسی نے پوچھا کہ تو خُدا کے موجود رہنے کو کیونکر جانتا ہے تو کہنے لگا۔ سبحان اللہ

تعجب ہے مینگنی سے اونٹ اور نشان قدم سے چلنے والا سمجھا جائے اور آسمان وزمین کے عجائب وغرائب سے خدا نہ سمجھا جائے۔ پس خدا کے موجود ہونے میں کوئی عاقل شبہ نہیں کر سکتا +

دوسری دلیل جو مفہوم آدمی تصور کرتا ہے اگر محض اس کی ذات کا خیال کرے تو تین حال سے خالی نہیں یا اس کا خارج میں موجود ہونا ضروری ہے تو اس کو واجب کہتے ہیں یا محال وہ ممتنع ہے یا نہ ضروری نہ محال ہے تو ممکن وجود وعدم دونوں میں دوسرے کا محتاج ہوا کیونکہ اس کے لئے موجود ہونا ضروری ہے نہ معدوم ہونا۔ اور بغیر علت کے خود بخود نہ موجود ہو سکتا ہے نہ معدوم پھر اگر تمام موجودات صرف ممکن ہوتے اور ان میں کوئی بھی واجب نہ ہوتا تو ان میں کوئی چیز موجود نہ ہو سکتی غرضکہ اس سے معلوم ہوا کہ انہیں موجودات میں کوئی واجب الوجود ہے جو ان تمام چیزوں کا خالق ہے +

تیسری دلیل سارے جہان کی چیزیں۔ آفتاب، ماہتاب، ستارے، درخت، ہوا، پانی، آگ، مٹی، وغیرہ کا برابر ایک ہی ڈھرے پر چلا جانا اور ان کے کاموں میں کچھ بھی تغیر و تبدل نہ ہونا مثلاً آفتاب سے روشنی کا کام۔ آگ سے جلانے کا کام وغیرہ وغیرہ جو لاکھ ہزار برس قبل لیا جاتا تھا وہی اب بھی ہے یہ صاف بتا رہا ہے کہ کسی ذات نے ان چیزوں کو جن اغراض کے لئے پیدا کیا ہے اس سے باہر نہیں ہو سکتے اور اگر خود پیدا ہوئیں نہیں کس نے پیدا کیا کہ وہ اپنی حالت بدل نہیں سکتیں وہی خدا ہے +

چوتھی دلیل ہم روز مرہ دیکھتے ہیں کہ خدا کے سوا تمام چیزوں میں تغیر و تبدل پایا جاتا ہے اور یہ ثابت ہے کہ جس چیز میں تغیر پایا جاتا ہے

وہ حادث ہے۔ پس جب سارا جہان حادث ہوا تو ضرور ہے اس کا خالق ایسا ہو جو خود حادث نہ ہو ورنہ اس کو بھی پیدا کرنے والے کی ضرورت ہوگی اور وہی خدا ہے۔

جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں الدین معرفۃ (دین میں سب سے پہلا امر خدا کی معرفت ہے) مگر اس سے یہ مقصود نہیں کہ اس کی حقیقت اور کنہ ذات کا جاننا ضروری ہے کیونکہ اس کی حقیقت ذات کا تصور اور خیال کسی شخص کے ذہن میں ہو ہی نہیں سکتا بلکہ مطلب یہ ہے کہ خداوند عالم کو صفات کے ذریعہ سے پہچاننا چاہیئے یعنے کونسی صفتیں اس کی ذات میں پائی جاتی ہیں اور کون نہیں پائی جاتیں۔

صفات ثبوتیہ (صفات کمالیہ)

اوّل واجب الوجود یعنے ازلی (جو ہمیشہ سے ہو) ہے۔ عدم اس پر محال ہے اس کو کسی وقت زوال نہیں۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

دلیل اگر خدا واجب الوجود نہ ہو تو ممکن ہوگا۔ اور جب ممکن ہوگا تو اس پر عدم جائز ہوگا۔ اور جب عدم جائز ہوا تو اپنے موجود ہونے میں دوسرے کا محتاج ہوگا۔ اور جب محتاج ہوگا تو خدا نہ رہا بلکہ اس کے لئے دوسرے خدا کی ضرورت ہوگی جو واجب الوجود ہے۔

دوم قدرت و اختیار

یعنے ہر طرح کے ہر کام اختیار ہے۔ جو چاہے کرے جو چاہے نہ کرے جس طرح آگ اپنے جلانے کو رکھنے سے مجبور ہے اس سے یہ نہیں ہو سکتا کہ جس کو چاہے جلائے جس کو چاہے نہ جلائے بلکہ خواہ مخواہ جو چیز جلنے کے قابل ہے اسے جلائے گی ویسا خدا نہیں ہے بلکہ ہر چیز اپنے اختیار سے کرتا ہے۔

دلیل | جب ہم دُنیا کی چیزوں پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہر چیز میں سیکڑوں تغیر ہزاروں انقلابات ہوتے ہیں اور کوئی چیز برابر ایک حالت پر نہیں رہتی کبھی موجود ہے۔ کبھی معدوم تو یقین ہو جاتا ہے کہ خالق ایسا قادر و مختار ہے کہ کسی چیز کو ایک طرح پر رہنے نہیں دیتا بلکہ جیسا چاہتا ہے بنا دیتا ہے مگر حکماء اس کے قائل ہیں کہ خدا اپنے افعال اختیار سے نہیں کرتا بلکہ آگ کی طرح مجبور ہے۔ لیکن یہ قول بالکل غلط ہے کیونکہ اس صورت میں خدا کا عاجز و مجبور ہونا لازم آتا ہے اور یہ عیب و نقص ہے حالانکہ واجب الوجود وہ ہے جو تمام نقائص و عیب سے بری ہے ؛

سوم علم

جو چیز جس طرح جہاں جہاں ہو چکی ہے یا ہو گی سب کو ازل ہی سے جانتا ہے لئے اس کی ضرورت نہیں کہ جب کوئی چیز موجود ہوئے تب جانے بلکہ جس طرح موجود ہونے کے بعد ہر جزو کل کو جانتا ہے اسی طرح قبل سے ؛

دلیل | جب ثابت ہو چکا کہ خدا ہی سب کا خالق ہے اور بقصد و اختیار پیدا کرتا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ بغیر علم کے ہو نہیں سکتا کیونکہ یہ محال ہے کہ کسی چیز کو قصد و اختیار سے بنائے اور بنانے والے کو اس کا علم نہ ہو۔ مگر حکماء کہتے ہیں کہ خدا جزئیات کا عالم نہیں ہے۔ مگر یہ خیال بھی غلط ہے کیونکہ جہالت سخت عیب ہے۔ اور خدا کا واجب الوجود اور ہر نقص سے پاک پاکیزہ ہونا ثابت ہو چکا ہے ؛

چہارم ادراک

یعنے جو چیزیں ہم ان حواس پنجگانہ۔ آنکھ، ناک، کان، ہاتھ زبان کے ذریعہ سے جانتے ہیں وہ بغیر ان حواس کے جانتا اور سمجھتا ہے۔ پس بغیر

آنکھ کے ہر چیز کو دیکھتا اور بغیر کان کے ہر آواز کو چاہے کیسی ہی پست و بلند ہو سنتا ہے اور بغیر ناک کے ہر بُو سے واقف اور بغیر زبان کے ہر مزے سے آگاہ اور بغیر ہاتھ پاؤں وغیرہ کے ہر چیز کی گرمی، سردی، سختی، نرمی سے خبردار ہے اس کی دلیل وہی ہے جو علم کے ثابت کرنے میں گزری ؎

پنجم حیات

یعنے ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا کوئی وقت ایسا نہ تھا جس میں وہ موجود نہ ہو۔ اور کبھی اُس پر موت نہ ہوگی ؎

دلیل جب ثابت ہو چکا کہ خداوند عالم واجب الوجود اور عالم وقادر ہے تو اُس کے ہمیشہ زندہ رہنے میں کوئی شبہ باقی ہی نہ رہا۔ کیونکہ بغیر حیات ابدی کے واجب الوجود ہونا محال ہے ؎

ششم تکلم

یعنے جس جسم میں چاہے حروف و آواز پیدا کرے۔ جس طرح حضرت موسٰی اور درخت سے باتیں کرائیں، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ خدا زبان رکھتا ہے اور اسی سے بات کرتا ہے ؎

دلیل جب ثابت ہو چکا کہ خداوند عالم کا ہر چیز پر قادر ہونا ثابت ہوا تو کلام کے پیدا کرنے کی قدرت بھی ثابت ہوئی ؎

ہفتم صدق

جس بات کا وعدہ کرتا ہے کبھی اُس کے خلاف نہیں کرتا۔ وہ بات کا سچا وعدہ کا پکا ہے ؎

دلیل جھوٹ بولنا بُری چیز ہے بلکہ اُس نے خود جا بجا قرآن میں جھوٹوں پر لعنت بھیجی ہے اور خدا ہر بُرائی سے پاک ہے ورنہ واجب الوجود نہ رہے گا

مگر اہلسنت چونکہ خدا سے بُرے کام کا ہونا جائز جانتے ہیں اس وجہ سے ان کے نزدیک خداوند عالم سچا بھی نہ ہوگا +

صفات سلبیہ (صفات جلالیہ)

(نفی شرک) (توحید)

یعنے خداوند عالم ایسا یکتا و یگانہ ہے کہ کوئی اُس کا شریک نہیں ہے اس پر تمام عقلاء کا اتفاق ہے۔ کوئی اِس خیال کا مخالف نہیں آسمانی کتابیں اس مضمون سے بھری ہیں +

پہلی دلیل اگر اس یکتا خدا کے علاوہ کوئی دُوسرا خدا بھی ہوتا تو جس طرح اُس نے اپنے رسُول بھیجے اپنی کتابوں کے ذریعہ سے اپنے احکام پھیلائے ہمیشہ اپنے کو ایک کہلایا۔ دُوسرا بھی ضرور ایسا ہی کرتا اور جب اس نے نہ کیا تو وہ خدا نہیں ہے کیونکہ یا تو وہ جانتا ہی نہیں جاہل ہے حکیم و قادر نہیں اور جہل اور عجز خدا کے خلاف ہے +

دُوسری دلیل اگر کئی خدا ہوتے تو جس وقت ایک خدا کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتا تو دوسرے خدا میں اس سے باز رکھنے کی قوت اور قدرت ہے یا نہیں اگر ہے تو پہلا خدا عاجز ہوا۔ اور خدا نہ رہا۔ اگر نہیں ہے تو دُوسرا خدا ہو نہیں سکتا کیونکہ وہ قادر نہ رہا پس معلوم ہوا کہ قادر و توانا ایک ہی خدا ہے +

۲۔ نفی جسم و صُورت

یعنے خدا جوہر عرض جسم صورت اور جو چیزیں جسم کے لئے لازم ہیں جیسے لمبائی، چوڑائی، موٹائی، ٹھنڈا، میٹھا، سردی، گرمی، سختی، نرمی، لذّت اور رنج سب سے پاک و پاکیزہ ہے +

دلیل اگر خدا میں جسم یا اس کے لوازم پائے جائیں گے تو مکان کا محتاج ہوگا۔ اور جب محتاج ہُوا تو واجب الوجود نہ رہا۔ حالانکہ اس کا واجب الوجود ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ مگر اہلسنت کا حنبلی فرقہ اس کا قائل ہے کہ خدا جسم و صُورت رکھتا ہے اور عرش پر بیٹھا ہے اور اس کا بدن عرش سے چھ بالشت اس کے بالشت سے زیادہ ہے اور ہر شب جمعہ کو گدھے پر سوار ہو کر زمین پر آتا ہے اور صبح تک پکارتا ہے۔ کوئی ہے میرے بندوں میں سے جو اپنے گناہوں سے توبہ کرے اور میں توبہ قبول کروں۔ اور بعض اہلسنت کہتے ہیں کہ طُوفان نوحؑ کے زمانے میں خدا اس قدر رویا کہ اس کی آنکھیں آشوب کر آئیں اور فرشتے اس کی عیادت کو آئے۔ اور بعض کا یہ خیال ہے کہ خدا ایک بُڈھے آدمی کی صُورت کا ہے کہ اس کی داڑھی اور سر کے بال کچھ سیاہ اور کچھ سفید ہیں۔ مگر یہ سب اقوال غلط اور باطل ہیں نعوذ باللہ من ذالک۔ اور اس کے باطل ہونے کی دلیل بیان ہو چکی ہے ❊

۳۔ نفیِ مکان

یعنے خدا کے لئے نہ کوئی خاص جگہ ہے نہ سمت بلکہ وہ اپنی قُدرت کاملہ سے ہر جگہ موجُود ہے۔ ہر شخص سے اس کی گردن کی رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔

دلیل اگر خدا کے لئے کوئی جگہ ہوتی تو اس جگہ کا محتاج ہوتا۔ اور جب محتاج ہُوا تو حادث ہوا۔ حالانکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ قدیم ہے ❊

حکایت

یہودیوں کا ایک عالم حضرت ابوبکرؓ کے پاس آکر پُوچھنے لگا۔ کہ کیا اس اُمت کے پیغمبر کے خلیفہ آپ ہی ہیں۔ آپ نے کہا۔ ہاں۔ وہ بولا۔ میں نے توریت میں دیکھا ہے کہ انبیاءؑ کے خلفاء عالم ہوتے ہیں۔ پس آپ بیان

کیجیے کہ خدا کہاں ہے حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ خدا آسمان پر ہے اور عرش پر بیٹھا ہے وہ کہنے لگا تو کیا خدا سے زمین خالی ہے۔ اِس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا یہ کفار کا کلام ہے۔ میرے سامنے سے دُور ہو ورنہ تجھے قتل کر ڈالونگا یہ سُن کر وہ یہودی تعجب کرتا ہُوا پھرا اور اسلام پر ہنستا ہُوا چلا۔ اتفاقاً اثنا راہ میں جناب امیر علیہ السّلام سے مُلاقات ہوئی۔ حضرت نے فرمایا، اے یہودی جو تیرا سوال ہے وہ بھی جانتا ہوں اور جو تجھے جواب ملا وہ بھی۔ اب سُن خدا خالق مکان ہے اُس کے لئے کوئی مکان نہیں بلکہ اُس کی قُدرت کی نشانیاں ہر جگہ موجود ہیں اور اگر میں یہ بات تیری ہی کتابوں میں بتا دوں تو کیا تُو ایمان لائے گا؟ اس نے عرض کی ضرور۔ حضرت نے فرمایا کیا تُو نے اپنی کتابوں میں نہیں دیکھا کہ ایک روز حضرت موسیٰؑ بیٹھے ہوئے تھے کہ یکایک ایک فرشتہ پُورب سے آیا۔ حضرت موسیٰؑ نے پوچھا تم کہاں سے آتے ہو۔ عرض کی کہ خدا کے پاس سے آتا ہوں اس وقت پھر دُوسرا فرشتہ پچھم سے نمودار ہُوا۔ اس سے پُوچھا تم کہاں سے آتے ہو کہا خدا کے پاس سے۔ پھر تیسرا فرشتہ نازل ہُوا۔ اُس نے کہا۔ مَیں ساتویں آسمان سے خدا کے پاس سے آتا ہوں۔ پھر چوتھا فرشتہ زمین سے ظاہر ہُوا اور پُوچھنے پر جواب دیا کہ ساتویں طبقہ زمین سے خدا کے پاس سے آتا ہوں۔ اس وقت حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ مَیں اُس خدا کی حمد کرتا ہوں جس سے کوئی جگہ خالی نہیں۔ یہ سُن کر یہودی کہنے لگا۔ مَیں گواہی دیتا ہوں کہ یہی حق ہے اور آپ ہی اپنے پیغمبرؐ کی خلافت کے سزاوار ہیں +

۴۔ نفی حلول واتحاد

حلول کے معنے یہ ہیں کہ کسی چیز میں کسی چیز کا آجانا جس طرح رنگ جسم میں سما رہتی ہیں اور اتحاد کے معنے ہیں دو چیزوں کا ایک ہو جانا، پس خدا میں حلول واتحاد ممکن نہیں یعنے یہ نہیں ہوسکتا کہ خدا کسی چیز میں یا کوئی چیز خدا میں آجائے یا خدا کسی دوسری چیز میں مل کر ایک ہو جائے +

دلیل حلول واتحاد خاص جسم سے تعلق رکھتے اور خداوند عالم جسم اور اس کے لوازمات سے مبرا ہے۔ مگر صوفی فرقہ اس کا قائل ہے کہ خدا عارفوں سے لوازمات سے متحد (ایک) ہو جاتا ہے بلکہ بعضوں نے تو یہاں تک ترقی کی کہ ہمہ اوست کا وظیفہ پڑھنے لگے۔ اسی بنا پر منصور نے انا الحق کہا اور اسی جرم میں حاکم وقت نے سولی دیدی لیکن یہ سب خیالات لغو ہیں اور بہت سی دلیلیں اس کے بطلان کی موجود ہیں +

۵۔ نفی رویت

یعنے خدا کو کوئی دیکھ نہیں سکتا نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔

دلیل رویت دیکھنے کی آٹھ شرطیں ہیں۔ جسم ہونا بہت دور نہ ہونا۔ بہت نزدیک نہ ہونا۔ جسم کا کثیف ہونا۔ سامنے ہونا بہت چھوٹا نہ ہونا۔ کسی چیز کا حائل نہ ہونا۔ دیکھنے کا قصد کرنا اور یہ سب شرطیں خدا کی ذات میں نہیں پائی جاتیں پھر اس کا دیکھنا کسی طرح ممکن نہیں ہے۔ مگر اہلسنت کا اعتقاد ہے کہ آخرت میں خدا کا دیدار ہوگا۔ کیونکہ اگر خدا دیکھنے کے قابل نہ ہوتا تو حضرت موسیٰ سا پیغمبر دیکھنے کا سوال نہ کرتا۔ پس دو حال سے خالی نہیں یا حضرت موسیٰ جانتے تھے کہ دیکھنا نا ممکن ہے اور پھر سوال کیا تو عبث اور بیکار ہوا جاتا ہے، اور یہ نبی کی شان نہیں۔ یا نہ جانتے تھے تو نبی کا جاہل

ہونا لازم آتا ہے۔ لیکن یہ خیال بالکل غلط ہے۔ کیونکہ حضرت موسیٰؑ ضرور جانتے تھے کہ خدا کا دیکھنا ناممکن ہے اور انہوں نے خود تو نہیں پوچھا تھا بلکہ اپنی ضدی قوم کے اصرار سے سوال کیا تھا چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ

ترجمہ۔ موسیٰؑ کی قوم نے ضرور اس سے کہیں بڑا سوال کیا تھا پس عذاب کی تجلی نے ان کے ظلم کی وجہ سے انہیں لے ڈالا۔ دوسرے مقام پر ہے۔ لن نومن لک حتی نری اللہ جہرۃ" (ترجمہ) ہم لوگ تم پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ جب تک خدا کو علانیہ نہ دیکھیں گے۔ اور اس کا جواب خدا کی طرف سے ملتا ہے لن ترانی (تم ہرگز نہ دیکھو گے) اور لن ہمیشگی پر دلالت کرتا ہے۔ پس جب حضرت موسیٰؑ سے نبی کی آنکھیں نہ دیکھ سکیں تو اور کوئی کیا دیکھ سکتا ہے اس کے علاوہ اور آیتیں بھی اس کے بطلان پر دلالت کرتی ہیں جیسے لا تدرکہ الابصار یعنی اس کو آنکھ دیکھ نہیں سکتی ۔

۶۔ نفی تغیر

یعنے خدا ہمیشہ سے یکساں ہے جیسا پہلے تھا ویسا ہی اب بھی ہے کوئی تغیر و تبدل اس میں نہیں ہو سکتا ۔

تفصیل۔ دلیل

خدا کی ذاتی صفتوں (علم و قدرت وغیرہ) میں تغیر نہیں ہو سکتا کیونکہ ذاتی صفات کا تغیر خدا کی ذات کے تغیر کا باعث ہوگا جو حادث کی خاص صفت ہے۔ پھر خدا واجب نہ رہے گا اور یہ محال ہے۔ اور جو ذاتی صفت

نہیں ہے بلکہ کام کی صفت ہے۔ جیسے خلق، رزق وغیرہ اس میں تغیر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ صفات اگر حادث نہ ہوں تو عالم کا قدیم ہونا لازم آتا ہے یہ باطل ہے۔

۷۔ نفی ترکیب

یعنے خداوند عالم میں کسی طرح کی ترکیب نہیں ہو سکتی نہ ترکیب خارجی جیسے تخت مرکب ہے تختے، پائے اور کیل وغیرہ سے نہ ترکیب ذہنی جس طرح انسان مرکب ہے حیوان اور ناطق سے۔

پہلی دلیل ہر مرکب اجزاء کا محتاج ہوتا ہے۔ اگر خدا بھی مرکب ہوتا تو اپنے اجزا کا محتاج ہوتا۔ اور یہ بھی واجب الوجود ہونے کے خلاف ہے۔

دوسری دلیل اگر خدا کے اجزا ہوں تو یا واجب الوجود ہونگے یا ممکن۔ اگر اجزا واجب ہوں تو واجب الوجود (خدا) میں ترکیب ہوئی بلکہ چند خدا ہوگئے اور اس کا بطلان توحید سے ثابت ہو چکا۔ اور اگر اجزا ممکن ہی رہے پھر خدا مرکب نہیں ہوا بلکہ دوسری چیز۔

نفی صفت زائد

یعنے جس طرح آدمی ذاتی طور پر علم یا صفت سے خالی ہوتا ہے اور کسی صفت کو حاصل کرنے کے بعد اس سے متصف ہوتا ہے اور جب تک کوئی علم و ہنر حاصل نہیں کرتا کبھی لقب یا خطاب سے پکارا نہیں جاتا اور جب اس نے کوئی اچھی یا بری بات حاصل کی تب اس بات کے ساتھ پکارتے ہیں جیسے مثلاً چوری کی تو چور کہلایا۔ یا ڈاکٹری پڑھی تو ڈاکٹر کہلایا۔ یا علم دین حاصل کیا تو عالم کہلایا۔ اللہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس قسم کی تمام صفات ثبوتیہ ذاتی ہیں یعنے جب سے خدا ہے اس کی ذات کے

ساتھ ہی ساتھ تمام صفتیں پائی جاتی ہیں۔ یہ نہیں کہ کسی وقت عالم و قادر نہ تھا اور اب ہوا بلکہ سچ تو یوں ہے کہ صفات، صفات ہی نہیں ہیں صرف اُس کی ذات ہے جس کو مختلف الفاظ سے پکارتے ہیں۔ مثلاً چونکہ وہ چیزوں کو جانتا ہے عالم کہتے ہیں اور چونکہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے قادر کہتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس جس جس طرح ایک ایسے شخص کو جو عالم ہو چونکہ علم رکھتا ہے عالم کہتے ہیں۔ چونکہ اسی علم کی وجہ سے دوسروں کی تعلیم کرتا ہے اُستاد کہتے ہیں۔ چونکہ تقریر کرتا ہے مقرر اور واعظ کہتے ہیں۔ چونکہ ہدایت کرتا ہے ہادی کہتے ہیں۔ چونکہ نماز پڑھاتا ہے پیش نماز کہتے ہیں۔ اسی طرح خدا کی ایک ہی ذات کو مختلف حالات کا خیال کر کے مختلف ناموں سے پکارتے ہیں۔ اسی بناء پر جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کمال التوحید نفی الصفات عنہ پوری توحید صفات کی نفی ہے۔ مگر اہلسنت اس کے قائل ہیں کہ اُس کے صفات زائد ہیں حالانکہ یہ خیال محض لغو ہے۔

پہلی دلیل اگر اس کے صفات زائد ہوں تو خدا ان صفات کا محتاج ہوگا۔ جو اس کی ذات سے الگ ہیں اور احتیاج واجب کی شان کے خلاف ہے۔

دوسری دلیل وہ صفات یا حادث ہونگے تو خدا کا کچھ زمانہ تک ان صفات سے خالی ہونا لازم آتا ہے۔ اور اگر قدیم ہوں تو چند واجب موجود ہو جائیں گے۔ اور یہ توحید کے خلاف ہے۔

عدل

یعنی خداوند عالم نہ کوئی بُرا کام کرتا ہے نہ کسی ضروری یا اچھے کام کو ترک کرتا ہے۔ مگر اہلسنت کا اشاعرہ فرقہ اس کا قائل ہے کہ خدا نے

بُرا کام ہوسکتا ہے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے ۔

پہلی دلیل خداوند عالم خود اپنے بارے میں فرماتا ہے قائماً بالقسط (خدا انصاف کے ساتھ قائم ہے) اِنَّ اللّٰہَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ (خدا ہرگز اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا) پھر دوسروں پر کیونکر گوارا کریگا ۔

دُوسری دلیل جابجا اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ عدل کرو ظلم نہ کرو پھر کیونکر ہوسکتا ہے کہ خود ظلم کر کے خود را نصیحت و دیگرے را فضیحت کا مصداق بنے ۔

تیسری دلیل اگر خدا کوئی کام کرے تو چند حال سے خالی نہیں یا اسکی بُرائی سے آگاہ اور اپنے ہوش میں نہ تھا اور نادانی و غفلت میں اس سے یہ کام ہُوا تو خدا کا جاہل و غافل ہونا لازم آتا ہے ۔ اور یہ محال ہے یا اس کی بُرائی سے واقف تھا مگر اس کے ترک پر قادر نہ تھا تو خدا کا عاجز ہونا لازم آتا ہے اور یہ بھی محال ہے یا اس کی بُرائی کو بھی جانتا تھا اور اُس کے ترک پر بھی قادر تھا ۔ مگر اس کو اپنی ضرورت و احتیاج کی مجبوری سے کر گزرا تو خدا کا مجبور اور محتاج ہونا لازم آتا ہے اور یہ بھی محال ہے یا ضرورت و احتیاج سے نہیں بلکہ بیکار یُوں ہی کر بیٹھا تو اس کا لغو ہونا لازم آتا ہے اور یہ بھی محال ہے پس ثابت ہُوا کہ خداوند عالم کوئی بُرا کام کسی طرح نہیں کرتا ۔

فائدہ

اکثر لوگوں کو یہ خیال ہوتا ہے کہ خداوند عالم کی صفتوں سے صرف عدل ہی کو اصول دین میں کیوں داخل کیا حالانکہ اور صفات بھی اس قابل تھے اس کا جواب اگرچہ یہ بھی دیا گیا ہے کہ عدل ایمان کا ایک اعلیٰ

رُکن ہے جس میں علماء شیعہ و اہلسنت میں عظیم اختلاف ہے اور بہت سے مباحث اس سے متعلق ہیں۔ اس وجہ سے علماء نے اس سے جُداگانہ بحث کی ہے۔ لیکن حق یہ ہے کہ اصول دین صرف ان اعتقادات کا نام نہیں ہے جن پر ایمان کی بناء ہو بلکہ ان اعتقادات کا نام ہے۔ جن سے اسلام کے دوسرے فرقوں اور غیر اسلام سے تمیز اور فرق حاصل ہو جائے اور فرقہ حقّہ اثنا عشریہ کو انہیں پانچوں اصول سے تمام عالم کے مذاہب سے امتیاز ہو جاتا ہے۔ اِسی بناء پر یہی پانچوں چیزیں اصول دین قرار دی گئیں۔ ورنہ اس کے علاوہ باری تعالےٰ کے صفات میں اور بھی بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن پر ایمان کی بناء ہے۔ مگر چونکہ ان سے امتیاز حاصل نہیں ہوتا اس وجہ سے وہ اصول دین نہیں قرار دی گئیں۔ مثلاً توحید سے زُنّار اور بُت پرستوں سے تمیز ہوئی۔ نبوت محمد مصطفےٰ سے نصاریٰ اور یہود وغیرہ سے معاد سے دہریوں سے۔ امامت سے معتزلہ اہلسنت سے عدل سے اشاعرہ سے اہلسنت سے۔

جبر و اختیار

خدا نے اپنے بندوں کو قوت اور قدرت عطا کر کے اچھی بُری راہ بتا کر اکثر افعال میں (جن ہی سے تکلیف شرعی بھی ہے) مختار بنا دیا ہے جس کو چاہے کرے جس کو چاہے نہ کرے۔ مگر اہلسنت کا خیال ہے کہ بندوں کے تمام اچھے بُرے افعال کا فاعل خدا ہی ہے اور بندے اس میں مجبور ہیں چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی لکھتے ہیں کہ میرا عقیدہ ہے کہ بندوں کے تمام امور خیر ہوں یا شر، کفر ہوں یا ایمان معصیت ہوں یا طاعت ان سب کا خالق خدا ہی ہے بندہ

ہیں اس کے پیدا کرنے کی طاقت و قدرت نہیں ہے بلکہ بندہ صرف کاسبب ہے۔ اگرچہ ان لوگوں نے اس دعویٰ پر بہت سی دلیلیں پیش کی ہیں اور ان میں سب سے عمدہ اور مضبوط دلیل یہ ہے کہ خداوندعالم ازل سے ہمارے تمام کاموں کو جانتا ہے پس اگر میں اس کام کو نہ کروں تو خدا کا علم غلط ہو جائیگا جس کو کسی منچلے شاعر نے یوں نظم کیا ہے ؎

مے خوردن من حق ز ازل میدانست　　گر مے نہ خورم علم خدا جہل بود

اور اسی مطلب کو کسی بُرا کام کرنے پر جہلاء یوں ادا کرتے ہیں "میں کیا کروں یہ تو تقدیر ہی میں لکھا تھا"۔

جواب

لیکن اس میں بھی سخت مغالطہ ہے۔ کیونکہ بے شک صحیح ہے۔ کہ خداوندعالم تمام اشیاء کو ازل ہی سے جانتا ہے۔ لیکن علم کو کسی چیز کو وجود و عدم کا سبب قرار دینا سخت غلطی ہے۔ مثلاً کوئی طبیب اگر کسی مریض کے حالات وعلامات کو دیکھ کر یہ جان لے بلکہ کہہ دے یہ کل مرجائیگا تو ہرگز کوئی عاقل یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اس کے کہہ دینے کی وجہ سے مرگیا بلکہ اس کی تشخیص و علم و تجربہ کی تعریف ہوگی اور یہ کہا جائیگا کہ چونکہ وہ مرنے والا تھا اس وجہ سے اس کو علم ہوا۔ ازیں قبیل اگر کوئی منجم کسی کے زائچے اور ستارے کی گردش وغیرہ کو دیکھ کر یہ کہے کہ اس کی اس مہینہ میں شادی ہوگی اور اس کی شادی اس کے کہنے کے موافق ہو جائے تو ہرگز یہ نہ کہا جائیگا کہ اس کے کہنے کی وجہ سے شادی ہوگئی بلکہ یہ کہا جائیگا کہ چونکہ اس کی شادی ہونے والی تھی اس وجہ سے اس کو علم ہوا۔ پس خداوندعالم کو بھی ہمارے افعال کا علم محض اسی وجہ سے ہوا

کہ ہم کرنے والے تھے نہ کہ چونکہ اس کو علم ہو گیا تھا اسی وجہ سے میرا کرنا ضروری ہُوا۔ صرف فرق ہمارے اور اس کے علم میں یہ ہے کہ اس کے علم میں کبھی کسی قسم کا فرق نہیں پڑتا۔ اور ہمارے علم میں کبھی فرق بھی ہو جاتا ہے مگر یہ ضرور ہے کہ کوئی علم کسی شے کے وجود یا عدم کا باعث نہیں ہوتا۔ اس خیال کے بطلان اور مذہب حق کی تقویت کی چند دلیلیں اور بھی ہیں ❖

پہلی دلیل اگر یہ کل اعمال جو بندے بجالاتے ہیں خدا ہی کے ہوتے تو پھر کسی فعل پر عذاب کرنا ظلم صریح ہوتا۔ کیونکہ اس سے بڑھ کر اور ظلم ہو ہی نہیں سکتا کہ کسی کام کو خود کرائے اور پھر سزا دے ❖

دُوسری دلیل اگر خدا ہی بندوں کے افعال کا فاعل ہوتا تو انبیا کا بھیجنا احکام شرع کا مقرر کرنا محض بیکار و لغو ہوتا۔ کیونکہ جب خود ہر کام کو کرتا ہے تو یہ کہنا کہ نبی کی اطاعت کرو۔ نماز پڑھو، روزہ رکھو، زنا نہ کرو، چوری سے بچو سب فضول ہے ❖

تیسری دلیل ہم یقیناً اپنے اختیاری و غیر اختیاری کام میں فرق پاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ اختیاری اور غیر اختیاری ہے جیسے کوٹھے سے بقصد نیچے اُترنے کو اختیاری اور گر پڑنے کو غیر اختیاری کہتے اور جانتے ہیں۔ پس اگر بندوں کے افعال بھی اختیاری نہ ہوتے تو ہم ضرور ان افعال اختیاری اور غیر اختیاری میں فرق نہ سمجھتے۔ حالانکہ ظاہری طور پر فرق موجود ہے ❖

حکایت لطیف

ایک روز بہلول دانا حضرت ابوحنیفہ کے دروازے پر آئے اور سُنا کہ وہ اپنے شاگردوں سے یہ کہہ رہے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السّلام تین

باتیں کہتے ہیں جو مَیں پسند نہیں کرتا۔ ایک تو یہ کہ شیطان کو جلایا جائے گا اور مَیں اسے پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ شیطان آگ ہی سے پیدا ہوا ہے۔ آگ آگ کو کیا جلا سکتی ہے۔ دُوسرے خدا کو دیکھنا قیامت میں بھی غیر ممکن ہے۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز موجود ہو اور پھر دکھلائی نہ دے۔ تیسرے بندے اپنے افعال کے مختار ہیں حالانکہ اس کے خلاف بہت سی حدیثیں موجود ہیں جُوں ہی یہ کلام حضرت ابوحنیفہ کا تمام ہوا بہلول نے ایک ڈھیلا اُٹھا کر مارا اور چلدئیے۔ اتفاقاً وہ ڈھیلا حضرت ابوحنیفہ کی پیشانی پر لگا پس وہ اور اُن کے شاگرد غصّہ میں بہلول دانا کے پیچھے دوڑے مگر چونکہ بہلول خلیفہ کے قریبی رشتہ دار تھے۔ اِس بناء پر ان کے ساتھ کچھ نہ کر سکے مگر ان کو خلیفہ کے پاس لائے اور شکایت کی اب بہلول اور ابوحنیفہ میں یہ سوال و جواب ہونے لگا۔

بہلول۔ مَیں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟

ابوحنیفہ۔ سُبحان اللہ! کیا بگاڑا ہے؟ تم نے ایسا ڈھیلا مارا کہ میری پیشانی میں سخت چوٹ لگی اور درد ابھی تک موجود ہے۔

بہلول۔ درد کہاں ہے مجھے دکھاؤ؟

ابوحنیفہ۔ واہ! واہ!! درد بھی دکھانے کی چیز ہے!

بہلول۔ پھر تم ابھی امام جعفر صادق علیہ السلام پر خدا کے دیکھنے کے بارے میں اعتراض کیوں کر رہے تھے کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے۔ آگ آگ کو کیا جلا سکتی ہے۔ تم مٹی سے بنے ہو اور ڈھیلا بھی مٹی کا تھا تم کو اس سے چوٹ کیونکر لگی۔ اس کے علاوہ تم تو یہ کہہ رہے تھے کہ بندے اپنے افعال میں

مجبور ہیں۔ جو کچھ کرتا ہے خدا ہی کرتا ہے۔ پھر تم مجھے خلیفہ کے پاس کیوں لائے ہو میں نے تو کچھ کیا نہیں جو کچھ کیا خدا نے کیا اسی کو گرفتار کر کے لے آؤ۔

ابو حنیفہ یہ سُن کر ساکت ہو گئے اور شرمندہ واپس ہو گئے۔

نبوت

نبی اُس انسان کا نام ہے جو بغیر واسطہ کسی آدمی کے خدا کے احکام بندوں تک پہونچائے۔

نبی کی ضرورت جب یہ بات معلوم ہو چکی کہ خدا عادل اور حکیم ہے اور نہ اُسے کوئی دیکھ سکتا ہے نہ اُس سے کوئی کلام کر سکتا ہے۔ اور اُس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں اور بندوں کی پیدائش بھی بیکار نہیں ہے بلکہ ان کے نفع پہونچانے اور کسی کام کے واسطے ہوئی ہے تو ضرور ہوا کہ وہ ہم کو نفع پہونچانے اور ہم کو ہمارے پیدا کرنے کی غرض بتائے اور اس سے زیادہ نفع رسانی کا کوئی طریقہ ہو نہیں سکتا کہ کسی شخص کو اپنی طرف سے مقرر فرمائے کہ وہ تمام مخلوق خدا کو نفع و ضرر کے طریقے بتائے۔ معاد و معاش کی صلاح کرے کیونکہ خود اس کو نہ کوئی دیکھ سکتا ہے نہ اس سے کوئی کلام کر سکتا ہے۔

انبیاء کے شرائط اگرچہ بہت ہیں مگر سب سے عمدہ شرط عصمت ہے اور عصمت خدا کے اس لطف خاص کا نام ہے جسے اپنے پسندیدہ بندہ کو شدت قرب و حضور و محبت و ترس و حیا کی وجہ سے جو خدا کے ساتھ رکھتے ہیں مخصوص فرماتا ہے اور بندہ اسی کی وجہ سے بُرے کاموں سے بچتا ہے اور کسی وقت کسی گناہ صغیرہ و کبیرہ کا عمداً یا سہواً بلکہ کسی کام کا

(سہواً) اسکا حاشیہ صفحہ ۲۵ پر دیکھو)

جو خلاف رضائے خدا ہو قبل نبوت یا بعد نبوت مرتکب نہیں ہوتا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عصمت انسان کو فعل بد کے ترک اور فعل نیک پر مجبور کر دے کیونکہ اگر ایسا ہو تو اس شخص کی کوئی خوبی باقی نہیں رہتی۔ بلکہ یہ ایک ایسی چیز ہے کہ خدا جانتا ہے کہ یہ اس کا مستحق ہے۔ اگر اس کو عصمت عطا کی جائے گی تو یہ بُرے کاموں کو اختیار نہ کرے گا۔ لیکن اہلسنت اپنے خلفاء کی عیب پوشی کی غرض سے نبی کے لئے عصمت کو بھی غیر ضروری سمجھتے ہیں بلکہ ان سے گناہان صغیرہ بلکہ کبیرہ کا سرزد ہونا بھی جائز جانتے ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔

پہلی دلیل بغیر عصمت انبیاء کے بھیجنے کا کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا کیونکہ جب ان سے کوئی گناہ صادر ہونا جائز ہوا تو کذب اور جھوٹ بھی جائز ہوگا۔ پس اس کے امر و نہی وعدہ وعید احکام الٰہی میں اس کے کہنے پر ہرگز بھروسا نہیں رہ سکتا نبوت کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

دوسری دلیل اگر نبی سے گناہ صادر ہوگا تو اس کی مخالفت اور اطاعت

لہ (حاشیہ صفحہ ۲۴) بلکہ خدا جانتا تھا کہ یہ بندہ ایسا ہے اور عقل و فراست اسکی ایسی ہے کہ ہمیشہ اپنے علم و ارادہ سے بُرے کاموں سے بچیگا۔ پس اس کے لئے خدا کا یہ لطف ہوا ہے کہ سہو و نسیان سے بھی اسے محفوظ رکھتا ہے اور یہی عصمت ہے کہ علم و ارادہ و سہو و نسیان سے بھی کبھی مرتکب بُرے کاموں کا نہیں ہوتا مثلاً ہر انسان عاقل کبھی بول و براز کھانے کا ارتکاب نہیں کرتا بلکہ کبھی اس کا قصد و ارادہ اور تصور بھی اسکی طرف نہیں کرتا اور بُرائی اس کی سمجھتا ہے۔ اسی طرح انبیاء اور اوصیاء ہر گناہ کی بُرائی سے واقف تھے مثل جادو و کذب وغیرہ اور کبھی اس کا ارتکاب نہیں کرتے تھے۔ ۱۲ (آقا حسن عفی عنہ)

دونوں ضروری ہوگی۔ اطاعت نبوت کی وجہ سے اور مخالفت معصیت کی وجہ سے اور یہ محال ہے ۔

تیسری دلیل اگر انبیاء گناہ کے مرتکب ہوں تو ان کی سزا اور ایذا واجب ہوگی۔ حالانکہ یہ پیغمبروں کے ساتھ حرام ہے۔ اس کے علاوہ اس کی شہادت مقبول نہ ہوگی اس کی وقعت دلوں سے زائل ہوجائے گی ۔

انبیاء کی شناخت

کے بھی بہت سے طریقے ہیں کہ وہ اپنے افعال اخلاق اور صفات میں تمام خلائق سے افضل و اعلیٰ ابتدائے عمر سے آخر تک تمام عیب سے پاک و پاکیزہ ہوں مگر سب سے عمدہ طریقہ اس کی شناخت کا ۔

پہلی شرط معجزہ ہے اور معجزہ وہ فعل ہے جس کے کرنے سے اور لوگ عاجز ہوں اور عادت کے خلاف اور دعویٰ پیغمبری یا امامت اور تحدی (مقابلہ) کے ساتھ متعلق ہو۔ اور اس کی ضرورت اس وجہ سے ہے کہ جب کوئی شخص کسی بڑے عہدہ کا دعویٰ کرے تا وقتیکہ کوئی سند اور دلیل نہ رکھتا ہو ہرگز قابل قبول نہیں ہوسکتا مثلاً کوئی شخص دعویٰ کرے کہ میں بادشاہ کی طرف سے تم لوگوں پر حاکم ہوں۔ تم کو میری اطاعت کرنی چاہیئے۔ تو جب تک کوئی شاہی پروانہ پیش نہ کرے ہرگز کوئی شخص اس دعویٰ کو قبول نہ کرے گا۔ ع

دعویٰ بے دلیل قبول خرد نہیں

پس معجزہ بھی گویا تصدیق رسالت کا خدائی پروانہ ہے۔ اور اس کی سب سے زیادہ قوی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی رسالت کا جھوٹا دعویٰ ساحری اور شعبدہ بازی سے کرے تو خداوند عالم پر واجب ہے کہ اس کی

قدرت کو سلب کرے تاکہ وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہو جائے ورنہ نبوت کا فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ اور اپنے بندوں کے ساتھ اچھی خاصی فریب دہی ہوگی ؀

دوسری شرط نبی کا علم و فہم اور دانش بلکہ تمام صفات ذیل کمال مکارم اخلاق، عزت، مروت، شجاعت، عفت، امانت اور دیانت میں تمام اہل زمانہ سے افضل ہونا۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو پست اور کم رتبہ شخص کا حاکم اور افضل و اعلیٰ کا محکوم ہونا لازم آئیگا۔ اور یہ خلاف عقل ہے ؀

تیسری شرط آبا و اجداد کا فرو رذیل قوم حجام و جولاہا وغیرہ اور ماں کا بدکار ہونا۔ بلکہ کسی پشت میں زنا سے متولد نہ ہونا۔ اور تمام باطنی (کینہ و حسد وغیرہ) اور ظاہری (جذام برص وغیرہ) عیوب سے جو لوگوں کے تنفر کا باعث ہو بری ہونا ؀

چوتھی شرط انبیاء کا سہو و نسیان اور امراض دماغی سے (جو باعث اختلال حواس ہوں) محفوظ رہنا ؀

انبیاء کی تعداد

صحیح تعداد کا قطعی فیصلہ تو دشوار ہے۔ مگر مشہور یہ ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر خدا کی طرف سے مبعوث ہوئے لیکن ان سب کے نہ نام معلوم ہیں اور نہ حالات۔ صرف اس قدرت پر اعتقاد رکھنا چاہیئے کہ جتنے انبیاء خدا نے بھیجے وہ اور اُن کے تمام اوصیاء برحق اور جن انبیاء کے نام قرآن مجید میں ہیں اور اُن کی نبوت کا اقرار ضروریات دین سے ہے۔ وہ حضرت آدمؑ۔ شیثؑ۔ ادریسؑ۔ نوحؑ۔ ہودؑ۔ صالحؑ۔ شعیبؑ۔ ابراہیمؑ۔ لوطؑ۔ موسیٰؑ۔ ہارونؑ۔ اسمٰعیلؑ۔ اسحاقؑ۔ یعقوبؑ

داؤد۔ سلیمان۔ ایوب۔ یونس۔ الیاس۔ عیسیٰ اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور ان سب میں افضل جناب نوح۔ ابراہیم۔ موسیٰ عیسیٰ اور محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور ان ہی پانچوں کو پیغمبران الوالعزم کہتے ہیں ؎

محمد مصطفےٰ کا نسب

جناب رسول خدا محمد مصطفےٰ ۱۷ ربیع الاول روز جمعہ قریب طلوع فجر حضرت آدمؑ کی وفات سے نو ہزار برس چار مہینے سات روز اور بقولے سات ہزار نو برس چار مہینے سات روز بعد مکہ معظمہ شعب ابو طالب نوشیروان عادل بادشاہ کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ جب آپ دو مہینے کے تھے تو آپؐ کے والد ماجد حضرت عبداللہ نے اپنے ماموں کے گھر مدینے میں انتقال فرمایا اور جب آپؐ قریب چار برس کے ہوئے تو آپؐ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ نے وفات پائی۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت آدم تک یوں پہونچتا ہے محمد بن عبد اللہ بن عبدالمطلب[1] (شیبۃ الحمد عامر) بن ھاشم[2] بن عبد مناف[3] بن مغیرہ بن قصی بن کلاب مرہ (خالد نطلحہ) حضرت ابوبکر کے مورث اعلیٰ) بن لوی بن کعب۔ سعد بن وقاص عمر ابن عاص عبدالرحمٰن بن عوف کے جد اعلیٰ

---

[1] عبدالمطلب ان کے بھائی کا نام اسد تھا جو جناب امیرؑ کے نانا ہیں۔ عبدالمطلب اپنے اخلاق کریمانہ اور عادات پسندیدہ کے سبب سے مشہور آفاق تھے۔ اور جود و سخا کی کثرت کی وجہ سے ان کو شیبۃ الحمد کہتے تھے۔ چشمۂ زمزم کا ظاہر ہونا ان کی قدیم یادگار ہے یہ وہ چشمہ ہے جسے حضرت جبرئیلؑ نے اسمٰعیلؑ اور حضرت ہاجرہ کے واسطے نکالا تھا۔ اور ایک مدت تک جاری رہا۔ مگر قبیلہ جرہم کے بعض شخصوں نے (بقیہ صفحہ ۲۹ پر دیکھو)

اور حضرات بھی ان ہی کی طرف منسوب ہیں۔ ابن غالب ابو عبد اللہ۔ عامر کے جدِ اعلیٰ) ابن فہر بن مالک بن النضر (قریش) بن کنانہ ابن مدرکہ بن الیاس بن نزار بن معد بن عدنان بن اد بن اد بن یامین بن یشجب

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸) اس کو بند کر دیا تھا۔ اور اب اس کا نشان تک باقی نہ تھا۔ حضرت رسولؐ کے ظہور کا زمانہ قریب آیا تو عبد المطلب کو پے در پے تین شب خواب میں بشارت دی گئی اور صحیح نشان بتایا گیا۔ یہاں تک کہ ہاتف غیبی کی ندا سے اساف نائلہ کے درمیان زمین کھود کھود کر چشمہ نکالا۔ اس میں سے خزانہ بھی نکلا تھا جب یہ قبیلہ قریش کو خزانہ کی خبر ملی تو حضرت عبد المطلب سے خزانہ کی تقسیم کے واسطے جھگڑنے لگے مگر عبد المطلب مال کی تقسیم پر راضی نہ ہوئے اور فریقین اس قضیہ کے فیصلے کے واسطے ملک شام کے ایک مشہور کاہن کے پاس چلے۔ راہ میں عبد المطلب کو شدت سے پیاس معلوم ہوئی اور فریق ثانی کے پاس اگرچہ پانی تھا لیکن ان لوگوں نے عبد المطلب کو ایک قطرہ دینا گوارا نہ کیا۔ عبد المطلب نے نہایت خوف و ہراس کی حالت میں اپنے پروردگار کی بارگاہ میں دعا کی فوراً ان کے اونٹنی کے پاؤں کے نیچے پانی کا ایک چشمہ ظاہر ہوا جوں ہی قریش نے یہ کیفیت دیکھی اپنے دعوے سے ہاتھ اٹھایا اور عبد المطلب کے ساتھ مکہ واپس آ گئے +

حضرت عبد المطلب کے بارہ بیٹے تھے

عبد العزیزؒ، مقومؒ، حارثؒ ابو لہبؒ، حمزہؒ، حجلؒ، عیداقؒ، قثمؒ، زبیرؒ، ضرارؒ، عباسؓ، ابو طالبؑ (عمرانؑ) عبد اللہؑ اور چھ بیٹیاں تھیں۔ بیضا، برہ، عاتکہ، صفیہ، اروی اور امیمہ۔ عبد اللہ۔ ابو طالب یہ دونوں حقیقی بھائی تھے اور ان کی ماں کا نام فاطمہ تھا باقی بیٹے مختلف البطن تھے، ابو طالبؑ کے (بقیہ حاشیہ دیکھو صفحہ ۳۰)

بن منجر بن سابوغ بن الیسع بن ہمیسع بن سلامان ابن النفبت بن حمل بن قیدار بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن تارخ بن ناحور بن سروج بن ارعو بن فلج رفالک، فالق، بن عابر (عبرانی زبان انہیں کی طرف منسوب) بن شالح بن ارفخشد بن سام بن نوح بن عبدالملک بن متوشلح بن اخنون (ادریس) بن الیارد بن مہلائیل بن انوش بن شیث بن آدم ابوالبشر علیہم الصلوٰۃ والسّلام اور آپ کی والدہ ماجدہ آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب ہیں ۔

محمدؐ مصطفٰے کی نبوت

جب آپؐ کا سن پچیس۵ برس کا ہوا تو آپ نے جناب خدیجہ سے جن کا

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۲۹) چار بیٹے ۔ علیؑ مرتضیٰ، طالبؑ، عقیلؑ، جعفرؑ ۔

ﮯ ہاشم ان کے بھائی کا نام عبدالشمس تھا جن کے بیٹے امیہ ہیں ۔ امیہ کے بیٹے تھے ۔ ابوالعاص اور حرب ابوالعاص کے دو بیٹے ایک عاص اسکا بیٹا حکم اسکا بیٹا مروان ہے دوسرے عفان حضرت عثمان غنی کے والد اور حرب کا بیٹا ابوسفیان تھا اس نے طائف کی ایک بازاری عورت سے زنا کی تھی ۔ اس سے زیاد پیدا ہوا تھا ۔ اور زیاد کا بیٹا قاتل امام حسینؑ ہے زیاد ایک کس مپرسی کے عالم میں تھا ۔ ایک مدت دراز کے بعد جب اسکے عقل و دانش کی خبر مشہور ہوئی تو معاویہ نے اس کو بلا کر اپنا بھائی قرار دیا ۔ بھائی سفیان کی میراث سے کچھ حصہ بھی دیا ہندہ ابوسفیان کی بی بی کا نام تھا جسنے ایک حبشی غلام سے زنا کرا کے حضرت حمزہ سید الشہداء کو قتل کرایا تھا اور ان کا جگر کھایا اور جگر خورہ کا خطاب پایا ۔ اس ہندہ کے صاحبزادے امیر معاویہ ہیں اور ان کے بلند اقبال فرزند یزید علیہ اللعنۃ ہیں ۔

ﮯ عبدمناف ان کے بھائی عبدالعزیٰ، ابوجہل اور ورقہ بن نوفل کے دادا ہیں ان کے پوتے زبیر ہیں ۔

سن چالیس[1] برس کا تھا۔ اور مکہ کے ایک بڑے امیر کی بیوہ نے نکاح عقد کیا
اور جب آپ کا سن چالیس[1] برس کا ہوا تو ۲۷ رجب کو خلعت نبوت سے
سرفراز ہوئے۔ اس میں شک ہی نہیں کہ آپ نے نبوت کا دعوے کیا۔
اور اس کے ثبوت میں بہت سی روشن دلیلیں پیش کیں ؛

پہلا امر جو آپ کی نبوت کی بین شہادت ہے یہ ہے کہ آپ نے
باوجودیکہ ایسے وحشی لوگوں میں نشوونما پائی تھی جو تمام اچھے اخلاق سے
خالی اور تمام بُرے افعال سے بھرے تھے اور ان کا دارومدار محض تعصب
عناد، نزاع اور فساد پر تھا۔ یہ لوگ حج میں تمام جانوروں کی طرح ننگے
ہو جاتے تھے اور چارپایوں سے بدتر تھے۔ مگر آپ تمام اخلاق حسنہ، علم،
عفت، حلم، سخاوت، شجاعت، حیا، کرم، مروت، صدق، امانت سے
اس طرح متصف تھے۔ کہ لوگ قبل نبوت بھی آپ کو صادق اور امین کہا
کرتے تھے اور اپنے اموال حضرت کے پاس امانت رکھتے تھے اور آپ
ہر سائل کے مشکل سے مشکل سوال کا تسلی بخش جواب مختلف زبانوں میں
دیتے تھے پس ایسے وحشی لوگوں میں نشوونما پا کر ان صفات سے متصف
ہونا خدائی[1] نہیں تو اور کیا ہے ؛

دوسرا امر اس ریتلے میدان میں ببولوں کے جنگل میں جہاں کہیں
علم وحکمت کا پتہ بھی نہ تھا۔ بت پرستی کا دور دورہ تھا اور اگر یہود
ونصاریٰ کے بعض علماء تھے بھی تو آپ کبھی اُن کے پاس تحصیل علم کے
لئے تشریف نہیں لے گئے مگر آپ نے دعویٰ کیا کہ میں خدا کا رسول
اور ساتھ ہی اس کے اپنے دعوے کے ثبوت میں ہزاروں معجزات

[1] خدا کی جانب سے نہیں تو اور کیا ہے ؛ (آقا حسن عفی عنہ)

اور پیشین گوئیوں سے قطع نظر کرکے ایک ایسی کتاب جو تمام امور معاش ومعاد وحکمت سے از سرتاپا مملو اور توریت وانجیل کے مطابق سابق انبیاء اور اُمتوں کے عبرت آمیز قصوں سے بھری تھی پیش کی اور وہ کتاب ایسی اعلیٰ درجہ کی فصاحت وبلاغت واعجاز پر مشتمل تھی کہ باوجودیکہ اس زمانے میں بھی بڑے بڑے ادیب عربی زبان دانی کے دعویدار فصاحت وبلاغت کے میدان میں یکہ تاز موجود تھے اور اس کے بعد بلکہ اب بھی مصر وغیرہ میں عربی زبان ترقی کے اعلیٰ درجہ پر پہونچی ہوئی ہے۔ خصوصاً نصرانی اس وقت کوس لمن الملک بجارہے ہیں۔ مگر تیرہ سو برس گزرنے پر بھی کوئی ایک سورہ تو کیا ایک آیت کا بھی جواب نہ لاسکا پھر اس کو بشری قوت سے باہر انسانی طاقت سے منزہ اور خدا کا کلام نہ کہیں تو کیا کہیں؟

تیسرا امر بشارت ان تمام کتابوں میں جو خداوند عالم نے مختلف اوقات میں سابق انبیاء پر نازل فرمائی تھیں مثل توریت وانجیل وزبور وغیرہ وغیرہ کے۔ آپ کی نبوت اور آپ کے بارہ خلفاء کی بشارتیں موجود ہیں۔ بلکہ توریت وانجیل کے وہ نسخے جن میں طرح طرح کی تحریفیں ہوچکی ہیں اور اس وقت مروج ہیں اُن میں بھی آپ کی بشارتیں تصریحی طور پر موجود ہیں بلکہ بعض مقامات میں تو آپ کے نام اور صفات اور تاریخ ومقام ولادت کی بھی تصریحیں پائی جاتی ہیں، چنانچہ کتاب توریت صحیفہ خامس میں لکھا ہے کہ خداوند عالم نے حضرت موسیٰؑ کو وحی بھیجی کہ میں مثل تیرے[1]

---

[1] اس سے صاف ظاہر ہے کہ سوائے حضرت محمد مصطفےٰ کے کوئی دوسرا شخص مراد نہیں ہوسکتا کیونکہ حضرت عیسیٰؑ حضرت موسیٰؑ کے مثل نہ تھے (بقیہ حاشیہ دیکھیے صفحہ ۳۳)

ایک پیغمبر بزرگ مرتبہ بنی اسرائیل کے بھائیوں (اولاد اسمٰعیل) سے مبعوث کروں گا تجھ کو چاہیئے کہ اپنی اُمت کو جمع کرکے اس کی متابعت کا عہد و پیمان لے اور جب وہ مبعوث ہو اور اس کی طرف اسی طرح لگاؤ جیسا کہ مقام جواب میں بروز مجمع (تجلی کے دن) خدا سے دُعا کرتے تھے کہ ایسا نہ ہو کہ ہم یہ صدائے ہولناک سُنیں اور پھر اس آگ اور کڑک کو دیکھیں۔ حضرت موسیٰ جماعت بنی اسرائیل کو جمع کرکے فرماتے ہیں ۱۸ - آیت ۱۵۔ اے بنی اسرائیل تیرا خداوند تیرے لئے تیرے درمیان سے تیرے بھائیوں میں سے (بنی اسمٰعیل) مثل میرے ایک پیغمبر مبعوث کرے گا۔ چاہیئے کہ تو اس کی طرف کان رکھے (۱۶) مثل ان سب کے جواب میں بروز مجمع اپنے خداوند خدا سے طلب کیا تو نے ایسا نہ ہو کہ اپنے خداوند خدا کی آواز سنوں اور ایسی سخت آگ پھر دیکھوں (۱۷) اور خدائے تعالےٰ نے مجھ سے فرمایا کہ جو کچھ انہوں نے کیا بہتر کیا۔ (۱۸) میں ان کے واسطے ان کے بھائیوں سے تیرے مانند ایک پیغمبر مبعوث کروں گا۔ اور اپنا کلام اُس کے مُنہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کچھ میں اُس سے کہوں گا وہ ان سے کہے گا۔ (۱۹) اور ایسا ہوگا کہ میرا کلام وہ پیغمبر میرے نام سے اُن سے کہے گا۔ اور

(بقیہ حاشیہ دیکھو صفحہ ۳۲) اس لئے کہ حضرت موسیٰ کی شریعت اور شریعتوں کی ناسخ تھی اور حضرت عیسیٰ کی شریعت تکملہ تھی نہ ناسخ۔ دوسرے حضرت عیسیٰ پر جہاد کا حکم نہ تھا اور حضرت موسیٰ کو تھا تیسرے حضرت موسیٰ کے نائب حضرت ہارونؑ تھے اور انہیں کی اولاد میں امامت رہی اور حضرت عیسیٰ کا کوئی بھائی نہ تھا۔ غرض حضرت موسیٰ کا مثل سوائے رسالت مآب کے کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ ۱۲

جو کوئی اس کو نہ سُنے گا میں اُس سے مواخذہ کروں گا۔ (۲۰) اور لیکن ایسا پیغمبر کہ یہ گستاخی کرے کہ جو کچھ میں نے اُس سے نہیں کہا وہ میرے نام سے کہے وہ قتل کیا جائیگا (۲۱) اور اگر تیرے دل میں کچھ کھٹکا اور یہ ہم پیدا ہو کہ میں کیونکر جانوں کہ وہ کلام خداوند کا فرمایا ہوا ہے۔ (۲۲) پس جاننا چاہیئے کہ جو پیغمبر خدا کے نام سے کوئی کلام کہے اور وہ واقع نہ ہو یا اس کا قول انجام کو نہ پہونچے وہ کلام خدا کا کلام نہیں ہے بلکہ اس نبی نے گستاخی سے کہا ہے اس سے نہ ڈر اور خوف نہ کر۔

دوسری پیشین گوئی | حضرت داؤد کی عشق الٰہی کی منزل۔ زبور سفر اوّل زبور (۱) میرے دل میں سخن جوش مارتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ میرے مسموعات بادشاہ (سلطان ملت بالسیف کے لئے ہیں اور میری زبان کاتب ماہر کے قلم کے مانند ہو جائے (۲) تو حُسن میں بنی آدم سے زیادہ تر ہے۔ تیرے لبوں پر نعمتیں ڈالی ہیں۔ (قرآن) اسی سبب سے خدائے تعالےٰ نے تجھ کو ابد کے ساتھ مبارک کیا (خاتم المرسلین)۔ (۳) اے پہلوان اپنی تلوار کمر سے باندھ (جہاد بالسیف) اپنی آرائش اور زیبائش کر یعنے تیغ کمر پر باندھنا تیری آرائش ہے (۴) اور اس آرائش سے اقبال مند سوار ہو کر امانت اور حلم اور صداقت ظاہر کرتے تو (صادق اور امین آپ کا لقب تھا، اور تیرا۔ داہنا ہاتھ (قوت بازو علی ابن ابی طالب) تجھ کو ہیبت اور مہابت کی تعلیم کرتا ہے (۵) تیرے تیر تیز ہیں لوگ تیرے نیچے گرتے ہیں اور دے تیر بادشاہ کے دشمنوں کے دل میں گزرتے ہیں (۶) خدا تیرا ابدالآباد ہے۔ تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے (۷) تو راستی کا دوست اور شر کا دشمن ہے اسی سبب سے

اے خدا خدا نے تجھ کو خوشنودی کے روغن سے تیرے مصاحبوں سے زیادہ ممسوح کیا ہے (خوشنودی و رضا مندی خدا) (۸) تیرے لباس سے عنبر اور عُود اور قرمز کی خوشبو آتی ہے اور آج کی ہیکلوں سے تیرا نغمہ پسند کرتا ہے (بہشت کی خوشخبری)۔ (۹) بادشاہوں کی بیٹیاں (کسریٰ وغیرہ) تیرے عزیزوں میں ہیں۔ بلکہ طلا زر سے آراستہ تیرے داہنے ہاتھ کھڑی ہیں۔ (۱۰) اے بیٹی (قوم) سُن اور سمجھ اور کان رکھ اور اپنے گھر کے آدمیوں اور اپنے باپ کے گھر کو بھول جا۔ (۱۱) کہ بادشاہ (رسول خدا) تیرے جمال کا مشتاق ہے۔ وہ تیرا شوہر ہے (مالک ہے) اس کو سجدہ کر (تعظیم) کر (۱۲) اور بنت صور (اہل شام) تحسین سے تیری خوشامد کرے گی قوم کے دولتمند (۱۳) کل جلال دختر شاہ (فاطمہ زہرا) نظر آتی ہے لباس اس کا سراسر تاش ہے۔ (۱۴) اور اس کو فرش رنگین پر بادشاہ (رسول خدا) کے پاس لاتے ہیں اور بتول اور عورات (خواتین) جنان یا حضرت مریم وغیرہ ان کے سامنے اور اس کے عقب میں چلتی ہیں وہ عورتیں کہ اُن کے ساتھ ہیں تیرے پاس پہونچائی جاتی ہیں۔ (۱۵) اور خوشی اور شادی سے اس کو پہونچاتی ہیں اور یہ بادشاہ کے محل میں داخل ہوتی ہیں (۱۶) جسے بیٹے (حضرت حسن) تیرے باپ کے قائم مقام ہوتے ہیں اور تو اُن کو تمام روئے زمین کا سردار مقرر کرتا ہے۔ (۱۷) میں سب پشتوں کو تیرا نام یاد دلاتا ہوں پھر سب لوگ ابد آلاباد تک تیری ستائش کریں گے۔

تیسری پیشین گوئی انجیل یوحنا باب اوّل آیت ۱۹، جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہنوں اور لادیوں کو بھیجا کہ حضرت یوحنا (یحییٰ) سے پوچھیں کہ تو کون ہے۔ (۲۰) اُس نے اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں

پھر [..]وں نے پُوچھا کہ تو وہ نبی (محمد مصطفےٰ) ہے اُس نے کہا میں وہ
نبی بھی نہیں ہوں ؛

چوتھی پیشین گوئی | انجیل یوحنا باب ۱۲ - ایک نشان آسمان پر ظاہر
ہُوا کہ ایک عورت (حضرت آمنہ) آفتاب (حضرت رسُول) کو سر پر
اور چاند (جناب فاطمہ) کو پاؤں کے نیچے لئے ہوئے تھی۔ اس کے سر
تاج بارہ ستاروں (بارہ امام) سے مرصع تھا اور وہ عورت حاملہ
تھی اور دردِ زہ میں مبتلا جننے کے وقت کے قریب پہونچ گئی تھی۔ اسکے
بعد ایک اور نشان آسمان پر ظاہر ہُوا کہ ایک سُرخ سانپ (شیطان)
بہت بڑا کہ سات سر اور سر پر دس سینگ رکھتا تھا اور اس واقعہ
پر بزرگ نے آسمان کے ایک ثلث ستاروں کو اپنے دُم میں لپیٹ کر
کھینچ لیا اور زمین پر دے مارا اور پھر وہ سانپ اس خاتون کی طرف
جا کر اس انتظار میں آ کر ٹھہرا کہ جب یہ عورت جنے تو یہ اُس بچے کو
نگل جائے، زنِ مذکور بیٹا جنی اور مقرر تھا کہ لوہے کا عصا (تلوار)
ہاتھ میں لے کر تمام قوموں پر حکومت کرلے، پھر اُس مولود کو حضرت
رب العالمین کے تخت کے رُوبرو لے گئی، اور وہ عورت بیابان (کر[..]
میں گئی کہ خدائے تعالےٰ نے وہاں اس کے لئے جگہ مقرر کی تھی، تاکہ
ایک ہزار دو سو ساٹھ دن (ساڑھے تین برس) مولود کی پرورش
کرے۔ پھر آسمان پر جنگ وجدال کے سامان ظاہر ہوئے اور
میکائیل نے ماتحت فرشتوں کو لے کر اُس بڑے سانپ اور اس کے
تابعین کے ساتھ جنگ وجدال کی، سانپ میکائیل پر غالب نہ
ہو سکا بلکہ سانپ اور اُس کے تابعین نے پھر آسمان پر جگہ بھی نہ پائی ؛

پانچویں پیشین گوئی توریت صفحہ ۱۳ اول باب ۱۷۔ ابراہیم نے اسمٰعیل کے واسطے دعا کی کہ مجھ کو آرزو ہے کہ اسمٰعیل فرزند میرا تیرے درجۂ تمجید اور اطاعت کو پہونچے اس کے جواب میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ دعا تیری ہم نے اسمٰعیل کے حق میں قبول کی اور اس کو ہم برکت (نبوت) اور زیادتی نسل بخشتے ہیں اور ہم اس کو بار آور (حضرت رسول کی پیدائش) کرتے ہیں اور اس سے بارہ سردار (بارہ امام) نکلیں گے۔ اور ہم اس کو ایک بزرگ گروہ بنائیں گے۔

چھٹے

معجزات آپ کے اس حد پر تاریخی صفحات میں تواتر کے ساتھ پائے جاتے ہیں جن کا شمار دشوار ہے، کیونکہ آپ کے معجزات چند قسم کے ہیں۔ بعض آسمان سے متعلق ہیں جیسے شق قمر، رد شمس، نزول مائدہ معراج، پیدائش کے وقت ستاروں کا گرنا وغیرہ وغیرہ۔

بعض جمادات و نباتات و حیوانات سے متعلق ہیں کہ یہ سب چیزیں آپ کی اطاعت کرتی ہیں۔

بعض دعا اور مریضوں کی شفا کے متعلق ہیں کہ آپ نے بہتیرے مایوس العلاج مریضوں کو دعا سے شفا دی۔

بعض اخبار بالغیب سے متعلق ہیں اور اس کی کوئی حد نہیں ہے۔

بعض آپ کے اعضاء کے متعلق ہیں جیسا کہ آپ کی پیشانی سے ایک نور چمکتا تھا۔ آپ کے جسم کا سایہ نہ تھا، آپ ہر زبان میں گفتگو کرتے تھے، آپ کے فضلہ سے خشک کی بو آتی تھی اور اس کو کوئی دیکھ نہ سکتا تھا۔ آپ جس کسی کے ساتھ چلتے تھے چاہے وہ کیسا ہی

ذرا نہ قد ہو مگر آپ کا قد اُس سے کچھ نکلا ہی رہتا تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ آپ کے معجزات ہزاروں ہیں حتیٰ کہ جتنے معجزات انبیاء سابقین میں تھے وہ سب کے سب آپ کی ذات خاص میں مجتمع

امامت

وُہ ریاست عامہ ہے جو بندوں کے امور معاش و معاد کی اصلاح کے واسطے پیغمبر کی جانشینی سے کسی کو حاصل ہو۔ وہ امام خلیفہ جانشین رسول کہلاتا ہے۔

امام کا خدا کی طرف سے مقرر ہونا یہ امر کسی طرح قابل شک نہیں کہ ہر نبی کی وفات کے قبل امام کا مقرر ہو جانا ضرور، اور اس میں بھی شک نہیں کہ خدا کی طرف سے مقرر ہونا چاہیئے۔ مگر اہلسنت کا خیال ہے ہے کہ یہ مسئلہ فروع دین کا ہے، نہ قبل وفات پیغمبر مقرر ہونے کی ضرورت ہے نہ خدا کو مقرر کرنا ضرور ہے بلکہ یہ امر بندوں کے اختیار میں ہے جس کو چاہیں اپنی خواہش کے موافق امام بنالیں، لیکن یہ خیال بالکل غلط ہے اور اس کی بہت سی عقلی نقلی دلیلیں، آیات و حدیث سے

یہ چند ہیں

پہلی دلیل جو دلیلیں نبی کے مبعوث ہونے کی ہیں وہ بعینہ امام کے مقرر ہونے کی بھی ہیں۔ اور خصوصاً رسالت مآب کے بعد کہ حضرت خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی پیغمبر نہ ہوگا پس اس کا قائم مقام جیسے وہ خود تھے ویسا ہی ضرور ہونا چاہیئے۔

دُوسری دلیل یہ ثابت ہو چکا ہے کہ خداوند عالم کسی اچھے یا ضروری کام کو ترک نہیں کرتا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی اچھا

اور ضروری کام ہو نہیں سکتا۔ کہ خداوند عالم اپنے بندوں کو گمراہی سے بچائے ÷

تیسری دلیل آئندہ بیان سے معلوم ہوگا کہ امام کے واسطے عصمت ایک ضروری شرط ہے اور یہ ایک ایسا امر ہے کہ خداوند عالم الغیب کے سواء کوئی اس پر مطلع ہو نہیں سکتا۔ پس امام کا مقرر کرنا بندوں سے محال ہے ÷

چوتھی دلیل یہ بات تو ظاہر ہے کہ حضرت رسول کسی مخصوص زمانہ کے واسطے مبعوث نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ آپ تمامی خلائق کے لئے ہادی و رہبر تھے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ آپ نے اپنے دعوے کے ثبوت میں ایک خدائی کتاب پیش کی اور ہر امر کے آداب و طریقہ حتیٰ کہ کھانے پینے پاخانے جانے، میراث معاملات احکام وغیرہ خدا کے حکم سے مقرر کئے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ آپ مبعوث ہونے کے بعد بہت زمانہ تک زندہ رہے اور صرف ایک محدود حلقہ کے چند آدمیوں نے اسلام قبول کیا تھا جن میں سے اکثر منافق تھے۔ پس کوئی عاقل یہ تجویز نہیں کرسکتا کہ خدا و رسول ایسے امر عظیم کو ناتمام چھوڑ دیں اور کسی شخص کو جو اس شریعت و کتاب و سنت کا حافظ اور کذب و سہو و خطا سے معصوم اور تغیر و تبدل دنیات سے محفوظ ہو مقرر نہ کریں اور صرف اس کتاب کو جو اس وقت تک جمع و مرتب بھی نہ ہوئی ہو اور جس میں ہزاروں ضروری احکام سے چند کے سواء ظاہراً تصریحاً مذکور نہ ہو اور اس درجہ مجمل ہو کہ ہر شخص اُس کے الفاظ کا جُداگانہ مطلب سمجھے اور پھر اس کا مطلب اور مقصد سمجھانے والا کسی کو مقرر نہ کرے اور احادیث میں بھی اس درجہ

اختلاف اور تشویش ہو کوئی شخص صحیح مطلب رسول کا نکال نہیں سکتا۔ اور صرف اُن چند تازہ مسلمانوں کو جن میں کہ اکثر اپنے اپنے فاسد اغراض کے دیوانے ہوں اپنی ساری اُمت کا اختیار دیدے کہ جس کو چاہیں اپنے مطلب کے موافق امام بنالیں اور وہ شخص جو علم و فضل و احکام شرعی سے اس درجہ بے بہرہ ہو کہ معمولی مشکل میں ہاتھ پاؤں ڈال دے اور اس سے اُس سے پُوچھے حاشا وکلا ہرگز تھوڑی عقل والا آدمی ایسے امر شنیع کی نسبت خدا و رسول کی طرف نہیں دے سکتا۔

پانچویں دلیل اہلسنت بھی اس کے قائل ہیں کہ حضرت آدمؑ سے حضرت رسول تک تمام انبیاء کے بارے میں خداوند عالم کی یہ مقررہ عادت جاری رہی کہ جب تک اُن کا قائم مقام مقرر نہ کر دیا اُس وقت تک اس نبی کو دُنیا سے نہ اُٹھایا۔ اور خود حضرت کی بھی یہ عادت تھی کہ چھوٹے چھوٹے سفروں میں جب تشریف لے جاتے تھے تو اپنا خلیفہ مقرر فرما جاتے تھے تو پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ آپ دُنیا سے سفر کریں اور کوئی خلیفہ مقرر نہ فرمائیں۔ اور لطف تو یہ ہے کہ رسول تو رسول معاذ اللہ خدا بھی اپنی پُرانی عادت جو ہر نبی کے ساتھ برتتا رہا، یہاں بالکل بھول گیا۔ اور قیامت تک کے واسطے اتنی بڑی خلقت کو یُوں ہی چھوڑ بیٹھا، حاشا وکلا ہرگز نہیں۔

حکایت لطیف ہشام بن حکم نے جو جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے مومن کامل دیندار جوان صحابی تھے جب سُنا کہ عمرو بن عبید بصرے کی جامع مسجد میں مسند علم و حکمت پر بیٹھ کر لوگوں کے ساتھ یاوہ گوئی کرتا ہے اور بھیڑ یا وہاں خلقت کی بھیڑ اس کے گرد جمع رہتی ہے۔

اور مختلف سوالات کرتی ہے اور وہ جوابات دیتا ہے تو انہیں ناگوار گزرا۔

اور ایک مرتبہ جمعہ کے دن اسی مسجد میں جا پہونچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ لوگ اسے گھیرے ہوئے ہیں اور کچھ پوچھ رہے ہیں یہ بھی آگے بڑھے اور بھیڑ کو چاک کرتے ہوئے اُس کے قریب جا پہونچے۔ اور دونوں میں یوں باتیں ہونے لگیں:

ہشام۔ اے مرد عالم میں ایک مسافر ہوں اگر اجازت ہو تو میں بھی کچھ پوچھوں:

عمرو۔ دریافت کیا ہے، جو پوچھنا ہو پوچھ:

ہشام۔ کیا تمہاری آنکھیں ہیں؟

عمرو۔ یہ بھی کوئی سوال میں سوال ہے؟ کیا اس سے بڑھ کر کوئی بیوقوفی کا سوال ہو سکتا ہے:

ہشام۔ خیر یہی سہی مگر مجھے تو یہی پوچھنا ہے۔ آخر تمہارے بتلانے میں کیا بگڑا جاتا ہے:

عمرو۔ اچھا خفا نہ ہو تمہیں اگر یہی پوچھنا ہے تو میں بھی یہی جواب دیتا ہوں کہ آنکھیں ہیں:

ہشام۔ بھلا تم اس سے کیا کام لیتے ہو؟

عمرو۔ ارے بھئی یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ میں اس سے ہر چیز کو دیکھتا ہوں۔ رنگوں میں تمیز کرتا ہوں:

ہشام۔ اچھا خیر، کیا تمہارے ناک بھی ہے؟

عمرو۔ اچھا ہے، پھر آپ کا مطلب؟

ہشام۔ مطلب وطلب کچھ نہیں صرف اتنا پوچھتا ہوں کہ آپ اس سے کیا کام لیتے ہیں؟

عمرو۔ اس سے ہر طرح کی اچھی بری بو معلوم ہوتی ہے، اس سے سانس آتی

جاتی ہے۔

ہشام۔ کیا زبان بھی ہے؟

عمرو۔ اچھا بھئی یہ بھی سہی، ہے۔

ہشام۔ کیا اس سے کچھ کام لیتے ہو؟

عمرو۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہے، اِس سے طرح طرح کی باتیں کرتا ہوں۔ مختلف چیزوں کے مزے معلوم ہوتے ہیں میٹھا، کڑوا، نمکین، پھیکا اسی سے معلوم ہوتا ہے۔

ہشام۔ کیا تمہارے کان بھی ہیں؟

عمرو۔ ہاں بھائی ہیں، اور ہیں، اچھا۔

ہشام۔ کیا یہ بھی کچھ کام آتے ہیں، یا یُوں ہی ہیں۔

عمرو۔ کیا خوب حضرت ان سے اچھی بُری، قریب، دُور کی باتیں سُنتا ہوں، مطلب سمجھتا ہوں۔

ہشام۔ خیر ہو گا، بھلا یہ تو فرمائیے ہاتھ بھی ہیں؟

عمرو۔ واہ! واہ!! ہاتھ ہیں نہیں تو کیا ٹنڈا ہوں مجھے اپنا مطلب کہئے؟

ہشام۔ ان سے بھی کچھ کام چلتا ہے یا صرف یُوں ہی دیکھنے کے ہیں۔ چوبِ خُشک۔

عمرو۔ سُبحان اللہ! ارے بھئی انہیں سے تو سردی، گرمی، خُشکی، تری، نرمی، سختی، کھُری اور چکنی چیزیں معلوم ہوتی ہیں غرض اسی طرح تمام اعضاء کو پوچھتا اور جواب لیتے ہوئے قلب تک پہونچا اور یُوں گہرفشاں ہوئے۔

ہشام۔ کیا تمہارے پاس دل بھی ہے، یا بے دِل ہی پیدا ہوئے اور

بے جی کے باتیں کر رہے ہو ؛

عمرو۔ ماشاء اللہ جب دِل ہی نہ ہو تو پھر کیونکر کام ہو۔ یہ سارے کارخانے تو انہیں حضرت دِل کے پھیلائے ہوئے ہیں ؛

ہشام۔ کیا اس سے بھی کچھ کام نکلتا ہے؟

عمرو۔ کیا کہنا۔ ارے بھئی یہ تو سُلطان بدن ہے، یہی بدن کی ساری سلطنت کی بیٹھے بیٹھے تدبیریں کرتا ہے۔ اسی سے تمام اعضاء کو افعال بد میں تمیز ہوتی ہے، کس نے کیا کیا اور کیا کرنا چاہیئے ؛

ہشام۔ کیا اور اعضاء سب اسی کے محتاج اور تابع فرمان ہیں۔ اور دِل سے مستغنی نہیں ہیں ؛

عمرو۔ نہیں ہرگز نہیں بغیر اس کے تو کوئی کام ہو ہی نہیں سکتا ؛

ہشام۔ جب اعضاء صحیح وسالم ہیں تو پھر دِل کی احتیاج کیا ہے اور یہ اس کے دست نگر کیوں ہیں ؟

عمرو۔ میاں صاحبزادے جب یہ اعضاء کسی امر میں جیسے دیکھا یا سُنا یا سُونگھا یا چکھا یا چھُوا غرض جو احساس کیا ہو شک کرتے ہیں تو اس کی تمیز کے واسطے دِل ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور دِل جو حکم کرتا ہے اس کا یقین ہو جاتا ہے اور شک باطل ؛

ہشام۔ کیا خدا نے دِل کو اس واسطے پیدا کیا ہے کہ جب اور اعضاء کے فعل میں شک ہو تو دِل ہی کی طرف رجوع کریں ؟

عمرو۔ بیشک لاریب فیہ ؛

ہشام۔ کیا انسان کے بدن میں دِل کا ہونا ضروری ہے کہ بغیر اس کے اعضاء کو کسی چیز کا یقین حاصل ہو ہی نہیں سکتا ؛

عمرو۔ ہاں! ہاں!! ضرور بغیر اس کے کچھ نہیں ہو سکتا +

ہشام۔ اے عمرو خدا نے اِس چھوٹے سے جُثّہ میں بھی چند اعضاء کو بغیر اس کے پیشوا اور حاکم کے نہیں چھوڑا۔ تاکہ ان کا جھگڑا فیصل۔ شک کو زائل باطل کو نیست و نابود کرے اور اتنی بڑی خلقت دُنیا کے لوگوں کو یُوں ہی اپنی حالت پر حیرت و شک میں چھوڑ دیا۔ اور کوئی امام و پیشوا اُن کے واسطے مقرر نہ کیا تاکہ جھگڑے فساد شک کے سبب میں اس کی طرف رجوع کرے، یہ تو کسی طرح عقل قبول نہیں کرتی۔ یہ سُن کر عمرو سے اور تو کچھ بَن نہ پڑا کر جواب دیتا۔ کہنے لگا +

عمرو۔ میاں کیا تم ہشام ہو +

ہشام۔ نہیں مَیں ہشام نہیں ہوں +

عمرو۔ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟

ہشام۔ کُوفہ کا +

عمرو۔ تب تم ضرور ہشام ہی ہو۔ یہ کہہ کر جلدی سے اُٹھا اور ہشام کو گلے لگا لیا۔ اور مسند پر جگہ دی اور اپنے پہلو میں بٹھایا اور جب تک ہشام وہاں بیٹھے رہے ڈر کے مارے دم نہ مارا اور کوئی بات نہ کی +

امامت کی شرطیں بھی اگرچہ وہی ہیں جو بحث نبوت میں مذکور ہو چکیں مگر محقق طوسی علیہ الرحمہ نے آٹھ شرطیں بیان کی ہیں اور ہر ایک کی بہت مضبوط دلیلیں بھی ذکر کی ہیں عصمت۔ علم۔ شجاعت۔ اعجاز۔ قربِ خدا۔ امامت عام۔ تمام عیوب سے پاک ہونا۔ تمام صفات کمال سے متصف ہونا لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو صرف انہیں صفات پر انحصار نہیں ہے بلکہ اور صفات بھی ہمارے ائمہؑ میں جیسے غیب کی خبر دینا

وغیرہ وغیرہ پائے جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے تمام متکلمین نے صرف ان تین شرطوں پر اکتفا کی ہے جو تمام صفات پر حاوی ہیں۔ عصمت۔ تمام اُمت سے ہر صفت میں خصوصاً علم میں افضل ہونا۔ ہاشمی ہونا۔ عصمت کی دلیلیں تو نبوت کی بحث میں گزر چکی ہیں کیونکہ جب امام، نبی کا قائم مقام ہے اور جو فرائض نبی کے تھے وہی اس کے بھی ہیں تو جو خرابیاں نبی کے معصوم نہ ہونے میں لازم آئیں گی وہی یہاں بھی لازم آئیں گی۔ علیٰ ہذا القیاس فضلیت بھی ورنہ افضل واعلیٰ کا محکوم اور ادنیٰ کا حاکم ہونا لازم آئیگا۔ اور یہ بھی خلاف عقل ہے، باقی رہا ہاشمی ہونا۔ اس کے ثبوت میں اس کثرت سے فریقین کی کتابوں میں دلائل موجود ہیں جن کی کوئی حد نہیں۔

امامت کی شناخت کے تین طریقے ہیں۔ پیغمبر کا کسی شخص کو تصریحاً مقرر کر دینا صفات۔ کمال میں تمام دُنیا سے افضل ہونا، دعوئے امامت کے ساتھ معجزہ دکھلانا۔ ہمارے تمام ائمہ میں یہ تینوں باتیں بہت اچھی طرح پائی گئی ہیں۔

حضرت رسولؐ کے خلیفہ کی تقرری اہل اسلام میں حضرت رسولؐ کے بعد خلیفہ کے تعین و تقرری میں عظیم اختلاف ہے کچھ لوگوں کا خلفائے بنی عباس کی خوشامد میں تو یہ خیال تھا آپ کے بعد حضرت عباس (رسولؐ کے چچا) اور ان کے بعد حضرت عبداللہ (ابن عباس)، علیٰ ہذا القیاس تمام خلفائے بنی عباس ہیں۔ لیکن اس قول کا قائل اب کوئی باقی نہیں ہے۔ اہلسنت کا یہ خیال ہے کہ لوگوں نے رسولؐ اللہ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ سے بیعت کی اور حضرت ابوبکر نے اپنے بعد حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنایا اور حضرت عمرؓ نے اس عہد کو شوریٰ پر چھوڑا اور شوریٰ سے حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے اور

جب صحابہ نے بُرے افعال حضرت عثمان سے دیکھے تو اُن کو قتل کر ڈالا، اور حضرت علی سے بیعت کی۔ اور شیعوں کا قول یہ ہے کہ حضرت رسولؐ کے بعد حضرت علیؑ بلا فصل خلیفہ و جانشین ہوئے اور اُس کے ثبوت میں قرآن مجید کی بہت سی آیتیں اور فریقین کی معتمد روایتیں اس کثرت سے موجود ہیں کہ کسی منصف کو حضرت علیؑ کی امامت میں شک و شبہہ باقی نہیں رہ سکتا حتیٰ کہ علامہ حلی علیہ الرحمہ نے حضرت علیؑ کی امامت کی دو ہزار بہت مضبوط اور روشن دلیلیں کتاب حق الیقین میں ذکر فرمائی ہیں۔ اور مجھے اُن لوگوں سے تعجب ہے جو قرآن مجید اور احادیث رسولؐ کا اقرار کرتے ہوں اور تمام احکام شرعیہ میں تو ایک ایک دو دو حدیثوں پر اکتفا کر کے بے دھڑک فتوے دیتے ہوں اور پھر ہزاروں حدیثوں کو جو حضرت علی کی خلافت ثابت کرتی ہوں دیکھیں اور نہ مانیں اور اسکے علاوہ لطف تو یہ ہے کہ عقلی دلیلیں جو حضرات خلفاء ثلاثہ کی ناقابلیت اور حضرت علیؑ کے استحقاق و صلاحیت کو واضح طور پر ثابت کرتی ہوں آنکھوں کے سامنے دیکھیں اور پھر اپنی ہٹ پر اڑے رہیں ؛

حضرت علی کی خلافت کی عقلی دلیلیں

پہلی دلیل یہ تو معلوم ہو چکا کہ جس طرح نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے ویسا ہی امام و خلیفہ کا بھی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جن لوگوں کے خلیفہ ہونیکا دعویٰ کیا گیا ہے ان میں سوائے حضرت علی کے کسی کی عصمت کا دعویٰ کیا ہی نہیں گیا، بلکہ موافق مخالف غرض ساری دُنیا اسکی اقراری ہے کہ حضرت عباس یا حضرت ابو بکر ہرگز معصوم نہ تھے پھر مستحق خلافت سوائے حضرت علی کے کوئی دُوسرا کیونکر ہو سکتا ہے ؛

دوسری دلیل یہ تو ظاہر ہے اور اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ حضرت رسولؐ کے بعد علم، فضل، حلم، عقل، شجاعت، سخاوت، ریاست، عدالت غرض ہر صفت میں صحابہ میں سے کوئی شخص افضل تو کیا ہم پلہ بھی حضرت علی کا نہ تھا۔ بقول علامہ سیوطی تین سو آیتیں انہیں کی شان میں نازل ہوئیں انہیں کو خدا نے نفس رسول قرار دیا۔ خود رسول نے انہیں کی مدح وثنا مختلف طریقوں سے فرمائی۔ جب کہیں باہر گئے تو انہیں کو ولیعہد بنایا۔ بدر، اُحد، حنین، جمل، نہروان صفین انہیں کی شجاعت کا ادنیٰ نمونہ ہے۔ بقول مولوی عبداللہ امرتسری :- مجمع[1] سلاطین میں آپ جلال الٰہی کا سر پر تاج رکھے ہوئے ایک عظیم الشان سلطان ہیں کہ جس کے دربار میں قیصر و کسریٰ کے سفیر دست بستہ نہایت ادب سے سر نیچے کئے ہوئے خاموش استادہ ہیں، معرکہ کارزار میں آپ ایسے یکہ تاز شہسوار ہیں کہ آستین چڑھا کر عمرو، مرحب جیسے عرب کے رستم نشادوں کو پچھاڑ کر اُن کے سینے پر چڑھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ منبر پر آپ ایک شیریں زبان اسپیکر ہیں کہ فصحائے عراق و بلغائے عرب آپ کے خطبے کی فصاحت سے جوش میں آ کر کچھ پوچھنے کے لئے اُٹھتے ہیں اور پھر بجو دبُت بن کر کھڑے کے کھڑے رہ جاتے ہیں علم و فضل کی درسگاہ میں آپ ایک طلیق اللسان بمعو فیسر ہیں کہ انبیائے بنی اسرائیل کی شریعت کے امور کے یونانی فلسفہ کے ساتھ بنی اسرائیل کی زبان میں بیان فرما رہے ہیں۔ غرضکہ مسند فقیری پر آپ ایک منکسر المزاج فقیر ہیں اور چار بالشت امارت پر

---

[1] دیکھو ارجح المطالب فی مناقب اسد اللہ الغالب یعنے سوانحعمری حضرت علی ابن ابیطالب مصنفہ مولوی عبداللہ صاحب امرتسری بسمل مطبعہ بہاول پریس لاہور صفحہ ۳۰ سطر ۵

آپ ایک ذی شوکت امیر ہیں۔ اگر عدالت میں آپ نوشیروان تو شجاعت میں رستم دوراں ہیں۔ اگر سخاوت میں آپ حاتم نوال تو شہادت میں کیخسرو خصال ہیں۔ ایسے صفات متضاد کا بشر ابوالبشر کی اولاد میں پیدا نہیں ہوا۔ اور ایسے اوصاف متقابلہ کا آدمی جناب آدم کی ذریت میں ہویدا نہیں ہوا۔ انہیں صفات متضادہ اور اوصاف متقابلہ کو دیکھ کر نصیریہ نے آپ کو خدا جانا، اور صوفیہ نے خدا جانے کیا جانا، مگر سچ تو یہ ہے سہ

ذات حیدر کو کوئی کیا جانے ۔۔۔ یا نبی جانے یا خدا جانے

پھر کسی عاقل کی عقل کسی طرح قبول نہیں کرتی کہ ایسے شخص کے ہوتے دوسرا شخص جو اس سے بدرجہا صفت میں پست و ذلیل ہو خلیفہ مقرر کیا جائے۔

تیسری دلیل یہ بھی ظاہر ہے کہ جناب فاطمہ زہرا حضرت رسولؐ کی ایک یادگار رہی تھیں بلکہ ان کے نقش قدم پر چلنے والی ان کی عادت و اخلاق کا نمونہ اپنے باپ کی جیتی جاگتی تصویر، ہر عیب سے بری، ہر گناہ سے پاک و پاکیزہ تمام جہان کی عورتوں کی دنیا و آخرت میں سردار تھیں، پس تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ جس کو یہ محترمہ اپنا پیشوا اور امام مانے اُسی کو ہر شخص اپنا سرتاج مالک سمجھے اور جس کو یہ معظمہ بُرا سمجھیں اُس سے ہر مسلمان نفرت کرے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ اس رسولؐ کی پارۂ جگر نے اپنا امام کسی کو مانا بھی ہے یا نہیں۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ کسی کو اپنا امام نہ بنایا ہو۔ کیونکہ یہ رسولؐ کی مانی ہوئی حدیث ہے۔ مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً جو اپنے زمانہ کے امام کو مانے بغیر مرگیا وہ کفر کی موت مرا، اور حضرت ابوبکر سے تو حسب تصریح امام بخاری فَغَضِبَتْ فَاطِمَۃُ وَلَمْ تَتَکَلَّمْ حَتّٰی مَاتَتْ اتنی رنجیدہ

گئیں کہ مرتے دم تک بات بھی نہ کی، پھر تو معاذ اللہ جناب فاطمہؑ کفر کی موت مریں یا حضرت ابوبکر اس قابل نہ تھے کہ ان کو امام بنائیں، پھر جناب علی مرتضیٰ کے سوا کسے باشد خلیفہ ہو ہی نہیں سکتا ؛

آیات قرآنی سے حضرت علیؑ کی خلافت کا ثبوت

پہلی آیت | اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ تم پر صاحب اختیار حاکم صرف خدا اور اس کا رسولؐ ہے اور وہ ایماندار لوگ ہیں جو پابندی سے نماز ادا کرتے اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔ شیعہ سُنی دونوں فریق کے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی اگرچہ ولی کے معنی دوست و مددگار کے بھی ہیں مگر یہ دونوں معنی اس مقام پر کسی طرح چسپاں نہیں کیونکہ مومنین تو آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہی ہیں چنانچہ خود خدا ایک مقام پر فرماتا ہے۔ اَلْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ مومن مرد و عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست و مددگار ہیں۔ بلکہ مومنین کے اکثر دوست و مددگار کفار ہوتے ہیں پھر خدا اس معنی کو اپنے ساتھ تخصیص کیونکر کر سکتا ہے۔ غرض یہ آیت صراحۃً رسولؐ کے بعد جناب امیر کے حاکم و امام ہونے پر دلالت کرتی ہے ؛

اعتراض | اس آیت میں حضرت علی کا نام تو ہے نہیں صرف حالت ہے، وہ بھی ایک شخص کے واسطے نہیں بلکہ جمع کا صیغہ ہے۔ اور اس سے حضرت علی کی تخصیص باقی نہیں رہتی ؛

جواب | واحد کی جگہ جمع اور جمع کی جگہ واحد کا استعمال ہر زبان اردو، فارسی عربی وغیرہ سب میں ہوتا ہے۔ دیکھو تم روزمرہ بولتے ہوئے ہم آتے ہیں!۔

آپ جانتے ہیں، حالانکہ یہ الفاظ جمع ہیں اور مُراد واحد ہوتا ہے، اسکے علاوہ ہم اس آیت سے نفس حضرت علی ہی کی خلافت کے مدعی نہیں بلکہ بارھوں ائمہ کی اسی وجہ سے خداوندعالم نے بلفظ جمع یاد فرمایا ہے ٭

دوسری آیت (قول خدا) اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ (ترجمہ) کیا جو شخص اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل رکھتا ہو اور اس کے پیچھے پیچھے اُس کا گواہ ہو۔ اُس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو ایسا نہ ہو۔ اس آیت میں پہلے جُملے سے مراد حضرت رسولؐ ہیں۔ اور دوسرے جُملے سے حضرت علی علماء اہلسنت نے بھی لکھا ہے۔ پھر اب کسی شخص کو اس میں شبہ بھی باقی نہیں رہ سکتا کہ حضرت رسولؐ کے بعد حضرت علی ہی ان کے خلیفہ و جانشین ہیں کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ اس کے پیچھے پیچھے اگر کوئی دوسرا شخص حضرت علیؑ کے قبل خلیفہ ہوتا تو اُس کے بارے میں کہا جاتا کہ فلاں فلاں حضرت رسولؐ کے بعد ہونگے اور اُس کے بعد حضرت علیؑ ہونگے ٭

تیسری آیت فَمَنْ حَاجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ترجمہ۔ قرآن نازل ہونے کے بعد جو شخص تم سے عیسٰیؑ کے بارے میں کج بحثی کرے تو اے رسولؐ تم کہدو کہ اچھا تم اپنے فرزندوں کو بلاؤ اور ہم اپنے فرزندوں کو اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی جانوں کو اور ہم اپنی جانوں کو پھر باہم ایک دوسرے پر بد دعا کریں اور جھوٹے پر خدا کی لعنت بھیجیں یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی۔ جب نجران کے

نصاریٰ نے مباہلہ کرنے کا قصد کیا تھا، غرض حضرت رسولؐ نے عبا اوڑھی اور حضرت علیؑ اور جناب فاطمہؑ اور حسنینؑ کو اپنے ہمراہ لیا۔ اور دُعا کی۔ کہ خداوندا ہر نبی کے اہلبیت ہوتے ہیں اور میرے اہلبیت یہ ہیں اُس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا

اے اہلبیت! خدا بس یہی چاہتا ہے کہ تم سے بُرائی کو دُور رکھے اور جو حق پاک و پاکیزہ رکھنے کا ہے اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے اور پھر اپنے ساتھ لئے ہوئے صحرا میں پہونچے جونہی نجران کے نصاریٰ نے دیکھا تو اُن کا ایک عالم بول اُٹھا کہ خدا کی قسم یہ چہ صورتیں میں ایسی دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ اپنی زبان سے پہاڑ کو بھی ہٹ جانے کو کہدیں تو ہٹ جائیگا۔ اگر اپنی جان کی سلامتی چاہتے ہو تو مباہلہ کا قصد نہ کرو اور جزیہ دینا قبول کرو۔ خلاصہ یہ کہ ان لوگوں نے جزیہ دینا قبول کیا اور واپس گئے۔ اس سے کسی شخص کو انکار نہیں کہ اپنی جان کی جگہ حضرت رسولؐ نے حضرت علیؑ کو لیا تھا تو خود نفس رسولؐ کے موجود ہوتے دوسرے کو کیونکر خلافت میں پیش قدمی ہو سکتی ہے۔ اِس کے علاوہ آیت سے یہ بھی ثابت ہُوا کہ یہ حضرت اُن تمام لوگوں سے جو اس وقت موجود تھے۔ ہر صفت میں بہتر و افضل و اعلیٰ تھے۔ جب ہی تو حضرت رسولؐ نے انہیں کو اپنے ساتھ لیا۔ اور خدا نے بھی ان کے تمام عیب سے پاک ہونے کی گواہی دی پھر ایسے شخص کے ہوتے دوسرے کو کوئی عاقل تو خلافت کا مستحق نہیں کہہ سکتا۔

چوتھی آیت	قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ وَمَنْ عِنْدَہٗ

عِلْمُ الْکِتٰبِ۔ اے رسول تم کہدو کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہی کے

واسطے خدا اور وہ شخص کافی ہے جس کے پاس پوری کتاب خدا کا علم ہے"
علامہ ثعلبی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اُس شخص سے مُراد حضرت علی ہیں۔
پھر یہ تو ظاہر ہے کہ خلافت کوئی معمولی عہدہ نہیں جس پر ہر شخص فائز ہو سکے
اس کی قابلیت تو وہی شخص رکھتا ہے جو دینی اور دُنیوی تمام امور سے پُورا
ماہر، احکام خدا و رسول سے واقف تمامی، سیاسی امور سے باخبر اور پھر
جب ایک شخص ان تمام صفات سے متصف موجود ہو۔ تو دوسرا اُس کا
کیونکر مستحق ہو سکتا ہے۔ اور حضرت علیؑ کے عالم ہونے کی شہادت خود
قرآن مجید دے رہا ہے تو سے باشد کوئی خلیفہ کیونکر ہو سکتا ہے۔

پانچویں آیت | وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا
"خدائی رسّی کو مضبوط پکڑو اور متفرق نہ ہو" تفسیر ثعلبی وغیرہ میں بصراحت موجود
ہے کہ خدا کی رسّی سے مُراد اہلبیت رسولؐ خدا علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ ہیں
پھر جب کوئی شخص آپ کو خلیفہ نہ مانے اور دُوسرے کی پیروی کرے
تو اس حکم خدا کی تعمیل کیونکر ہوگی۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت علی کے سوا
اور کسی میں خلیفہ رسول ہونے کی صلاحیت تھی ہی نہیں۔

احادیث نبویؐ سے حضرت علیؑ کی خلافت کا ثبوت

پہلی حدیث | (غدیر) مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ
مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَهُ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَهُ
(ترجمہ) میں جس کا مالک اور حاکم ہوں علی بھی اُس کا مالک و حاکم ہے خداوند
جو اسے دوست رکھے تو اُسے دوست رکھ اور جو اسے دُشمن رکھے تو اُسے
دوست رکھ اور جو اسے دُشمن رکھے تو اُسے دشمن رکھ جو اس کی مدد کرے
تو اس کی مدد کر جو اس کو رُسوا کرے تو اُس کو رُسوا کر"۔ یہ حدیث تمام

کتب تاریخ واحادیث شیعہ و سُنّی میں بلا اختلاف مندرج ہے اور اس قدر متواتر ہے کہ جو اس کا منکر ہو وہ زمین، ستارے، کلکتہ و بمبئی وغیرہ کا بھی منکر ہوگا اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت رسولؐ ایک عرصہ سے اس خیال میں تھے کہ مناسب موقع دیکھ کر حضرت علیؑ کو ایک بڑے مجمع میں اپنا خلیفہ نامزد کر دیں اور خداوند عالم کا بھی اس بارے میں حکم آچکا تھا۔ مگر ظاہری مسلمانوں کے ایک بڑی جماعت کی مخالفت کا خوف ہر دفعہ مانع وحائج ہوتا تھا۔ اور اس ارادے سے باز رہے۔ آخر جب آپ اپنے زمانہ وفات کے ڈو ڈھائی مہینے قبل آخری حج سے فارغ ہو کر مدینہ کو واپس تشریف لاتے تھے کہ اثنا ورراہ میں اٹھارھویں ذی الحجہ غدیر خم دمقام کا نام ہے) آیت نازل ہوئی یَا اَیُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ "اے رسول جو حکم تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس نازل ہوا ہے۔ اس کو (لوگوں تک) پہونچا دو۔ اور اگر کہیں تم نے ایسا نہ کیا تو سمجھ لو کہ تم نے اس کی رسالت ہی نہ کی اور (تم لوگوں کا خوف نہ کرو) خدا تمہیں لوگوں کے شر سے بچائے گا"۔ پس باوجودیکہ وہ قافلہ کے اُترنے کی جگہ نہ تھی دوپہر کا وقت تھا، گرمی کی شدت تھی، منبر بھی ساتھ نہ تھا۔ مگر حضرت رسول نے اُسی وقت اُونٹوں کے پالان کو تلے اوپر کرکے ایک اونچی جگہ بنائی جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے اُن کا تھوڑا سا انتظار کیا۔ اور جو لوگ آگے بڑھ گئے تھے ان کو واپس بُلا لیا۔ یہاں تک کہ ایک لاکھ آدمیوں کا مجمع ہو گیا اور خود اس پر تشریف لے گئے اور ایک فصیح و بلیغ طولانی خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس میں اپنی وفات کا حال بیان فرمایا اس کے بعد سب لوگوں کی طرف خطاب کرکے فرمایا اَلَسْتُ اَوْلٰی بِكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ

کیا مَیں تمہاری نسبت تم پر زیادہ صاحب اختیار وحکومت نہیں ہوں؟"
سب نے بالاتفاق عرض کی بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰہ بیشک آپ ہمارے
مالک وحاکم ہیں" جب آپ سب سے یہ اقرار لے چکے تو آپؐ نے حضرت علیؑ
کا ہاتھ تھاما۔ اور اونچا کیا اور سب کو دکھایا اور اس کے بعد فرمایا۔
مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ الخ جب یہ رسم ولیعہدی ادا ہو چکی تو ہر شخص حضرت علیؑ
کے پاس آتا تھا اور مُبارکباد دیتا تھا۔ خود حضرت عمر بھی تشریف لے آئے
اور کہنے لگے بَخٍ بَخٍ لَکَ یَاعَلِیُّ اَصْبَحْتَ مَوْلَایَ وَمَوْلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ
وَّمُؤْمِنَۃٍ لے علیؑ مبارک مبارک کہ آپ میرے اور ہر مومن ومومنہ کے
مالک ہوئے" جب مبارکباد کی رسم بھی ادا ہو چکی تو یہ آیت نازل ہوئی اَلْیَوْمَ
اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ
دِیْنًا" آج مَیں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کیا۔ اور تم پر اپنی
نعمت پوری کردی اور اسلام سے راضی وخوشنود ہُوا۔ اس پر حضرت
رسولؐ نے عرض کی اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِکْمَالِ الدِّیْنِ وَاِتْمَامِ
النِّعْمَۃِ وَرِضَاءِ الرَّبِّ بِرِسَالَتِیْ وَالْوِلَایَۃِ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ
اللہ اکبر میں دین کے کامل اور نعمت کے پُورے کرنے اور میری رسالت اور
علی ابن ابی طالبؑ کی ولایت پر راضی وخوشنود ہونے سے خدا کا شکر ادا
کرتا ہوں" اس کے بعد لوگوں نے قصیدے لکھے چنانچہ ایک بڑے
شاعر حسّان بن ثابت نے نہایت عمدہ قصیدہ لکھا اور اس واقعہ کو پورا
نظم کیا۔ اِس واقعہ سے دوستوں کی خوشی کی کوئی حد نہ تھی اور دشمن اگرچہ
ظاہر میں خوش تھے۔ مگر باطن میں زندہ درگور تھے۔ چنانچہ ثعلبی نے اپنی
تفسیر میں لکھا ہے کہ جب یہ خبر حضرت علی کی خلافت کی تمام شہروں میں

پھیلی تو حارث بن نعمان فہری اپنے آپے سے باہر ہوگیا اور اپنے اونٹ پر سوار ہو کے حضرت رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کرنے لگا اے محمدؐ! آپ نے کلمہ پڑھنے کا حکم دیا ہم نے مان لیا، آپ نے نماز کا حکم دیا ہم نے مان لیا، روزے کا حکم دیا مان لیا اس پر بھی آپ کو صبر نہ آیا اور آپ نے اپنے بھائی علی ابن ابی طالب کو ہمارا حاکم بنا دیا یہ کام! آپ نے اپنے جی سے کیا ہے یا خدا کے حکم سے۔ آپؐ نے فرمایا خدا کی قسم خدا کے حکم سے یہ سن کر حارث یہ کہتا ہوا چلا۔ خداوندا محمدؐ نے اگر سچ کہا ہے تو مجھ پر آسمان سے پتھر برسا، یا کوئی دردناک عذاب نازل کر وہ یہ کہہ کر اپنے اونٹ تک بھی نہ پہونچا تھا۔ کہ ایک پتھر آسمان سے اس کے سر پر گرا اور توڑ کر پاخانہ کے مقام سے نکل گیا۔ اور وہ مردود فی النار ہوا۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ سَاَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ الخ

دوسری حدیث منزلت صحیح ترمذی میں ابی وقاص سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسالت مآب ایک لڑائی تبوک میں تشریف لے جاتے اور مدینہ میں اپنا ولیعہد حضرت علیؑ کو بنایا تھا، اور اس پر کچھ لوگوں نے حضرت علیؑ پر طعنہ زنی کی کہ تم کو عورتوں اور بچوں کا سردار بنا کر رسولؐ خدا لڑائی پر جاتے ہیں، تب حضرت علیؑ آپ کے پاس حاضر ہوئے، اور عرض کی یا رسول اللہ کیا آپؐ نے مجھے صرف عورتوں اور بچوں کا ولیعہد بنایا ہے۔ اس وقت آپ نے فرمایا۔ یَا عَلِیُّ اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ اے علی کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے ہو کہ تم کو مجھ سے وہی نسبت حاصل ہو جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔ مگر فرق اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

اور یہ حدیث بھی متواتر ہے اور تمام شیعہ سُنی کتابوں میں موجود ہے۔

تیسری حدیث ابن مردویہ جو اہلسنت کے بہت بڑے مُستند عالم ہیں۔ لکھتے ہیں کہ حضرت کے غلام سالم سے منقول ہے کُنْتُ مَعَ عَلِیٍّ فِی الْاَرْضِ نُجَدِّدُہُمَا حَتّٰی جَاءَ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ فَقِیْلَ کُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ فِیْ حَیٰوۃِ النَّبِیِّ فَقَالَ عُمَرُ ھُوَ اَمَرَنَا۔ کہ میں جناب امیرؑ کے ساتھ ان کی زمین میں تھا۔ اور وہ اس کی کاشتکاری کر رہے تھے۔ کہ ابوبکر و عمر ان سے ملنے کو آئے اور السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ کہہ کر سُنت اسلام ادا کی کسی نے اُن سے پُوچھا کہ آپ جناب رسول خدا کی زندگی میں بھی اسی طرح کہا کرتے تھے، حضرت عمر نے جواب دیا کہ حضرت رسول ہی نے تو ہم لوگوں کو یہ حکم دیا تھا۔

چوتھی حدیث ابن مردویہ حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا ابوسفیان کی بیٹی ام حبیبہ کے گھر میں رونق افروز تھے کہ ام حبیبہ سے فرمایا کہ اے ام حبیبہ تھوڑی دیر کے لئے مجھ سے علیحدہ رہو کہ مجھے ایک ضروری کام درپیش ہے پھر آپ نے وضو کو پانی مانگا۔ اور اچھی طرح وضو کیا اس کے بعد فرمایا۔ اِنَّ اَوَّلَ مَنْ یَّدْخُلُ ھٰذَا الْبَابَ کَانَ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَسَیِّدَ الْعَرَبِ خَیْرَ الْوَصِیِّیْنَ وَاَوْلَی النَّاسِ بِالنَّاسِ کہ سب سے پہلے جو شخص اس دروازے سے داخل ہوگا وہ تمام ایمانداروں کا امیر، عرب کا سردار، تمام اوصیاء سے بہتر اور سب لوگوں کا حاکم و مالک ہوگا۔

انس کہتے ہیں۔ میں دُعا کرنے لگا کہ یا اللہ جس کے بارے میں رسول اللہ نے فرمایا ہے وہ انصار سے ہو ناگاہ علی ابن ابی طالب دروازے سے داخل ہوئے ÷

پانچویں حدیث صحیح ترمذی میں عمران بن حصین سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسالت مآب نے ایک لشکر روانہ فرمایا اور اس لشکر کا سردار و حاکم علی ابن ابی طالب کو بنایا۔ غرض حضرت علی لڑائی پر تشریف لے گئے پھر حضرت علی ایک کنیز کو تصرف میں لائے اور لشکر والوں کو یہ بات بُری معلوم ہوئی، غرض اصحاب رسول میں چار آدمیوں نے باہم عہد کیا کہ ہم جناب رسالت مآبؐ سے ملاقات کریں گے تو حضرت علیؑ نے جو کچھ کیا ہے اس کی شکایت کریں گے۔ اور مسلمانوں کا قاعدہ تھا جب کسی سفر سے واپس آتے تھے تو سب سے پہلے حضرت رسولؐ سے ملنے آتے تھے اور سلام کر کے واپس چلے جاتے تھے۔ غرض جب لشکر مدینے واپس آیا اور سب لوگ آپ کے سلام کے واسطے حاضر ہوئے تو ان چاروں میں سے ایک شخص اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہؐ آپ علیؑ ابن ابی طالب کی حالت ملاحظہ نہیں فرماتے کہ انھوں نے ایسا ایسا کیا یہ سُن کر آپ نے مُنہ پھیر لیا۔ پھر دوسرا شخص اُٹھا اور وہ بھی مثل پہلے کے کہہ گزرا۔ آپ نے اس سے بھی اپنا منہ پھیر لیا، پھر تیسرا بھی (بے حیائی) سے اُٹھ کھڑا ہوا، اور جو اُن دونوں نے کہا تھا کہہ گیا اُس سے بھی آپ نے مُنہ پھیر لیا، پھر چوتھے سے نہ رہا گیا اور ہمت کر کے اُٹھ کھڑا ہوا اور جو تینوں حضرات نے کہا تھا۔ یہ بھی کہہ گیا۔ اس وقت حضرت رسولؐ نے ان لوگوں کی طرف رُخ کیا، آپ کے چہرے سے آثار غیظ و غضب نمایاں تھے اور فرمایا ۔ مَا تُرِیْدُوْنَ مِنْ عَلِیٍّ،

مَا تُرِیْدُوْنَ مِنْ عَلِیٍّ، مَا تُرِیْدُوْنَ مِنْ عَلِیٍّ، اِنَّ عَلِیًّا مِنِّیْ وَاَنَا مِنْهُ وَھُوَ وَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ بَعْدِیْ ٭ تم لوگ آخر کیا چاہتے ہو علیؑ سے۔ کیا چاہتے ہو علیؑ سے۔ کیا چاہتے ہو علی سے بے شک علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں اور وُہ ہر مومن کا میرے بعد مالک و حاکم ہے ٭

باقی ائمہؑ کی خلافت کا ثبوت

پہلی دلیل حضرت رسولؐ نے حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ بنایا اور آپ نے اپنا خلیفہ امام حسنؑ کو اور آپ نے امام حسینؑ کو اور آپ نے امام علی بن الحسین زین العابدین کو اور آپ نے محمد بن علی امام محمد باقرؑ کو آپ نے جعفر بن محمد امام صادقؑ کو اور آپ نے موسیٰ بن جعفر امام کاظمؑ کو اور آپ نے علی بن موسیٰ رضا کو اور آپ نے محمد بن علی امام تقی کو اور آپ نے علی بن محمد امام نقی کو آپ نے امام حسن بن علی عسکری کو اور آپ نے امام عصر محمد بن الحسن حجت خدا حضرت مہدی آخر زماں کو یکے بعد دیگرے ہر امام نے اپنی حیات میں اپنا قائم مقام کر دیا ٭

دُوسری دلیل صحیح بخاری اور مُسلم میں جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے اور وُہ سب قریش سے ہوں گے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب تک میرے بعد میرے بارہ خلیفہ ان کے حاکم و والی ہونگے۔ دُنیا برابر قائم رہے گی ٭

تیسری دلیل یہ متفق علیہ حدیث ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں گرانقدر چھوڑے جاتا ہوں جب تک ان کا دامن تھامے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ ایک قرآن دُوسرے میرے اہلبیت

اور یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جُدا نہ ہونگے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہونچیں گے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ قرآن موجود ہے اور ان کے اہلبیت میں سوائے حضرت حجۃ امام آخرالزمان کے دُوسرا موجود نہیں ہے پھر اگر حضرتؑ کو امام زمانہ نہ مانیں تو حضرت رسولؐ کی حدیث معاذ اللہ جھوٹی ہوئی جاتی ہے۔ اور اس سے ثابت ہوا کہ بعد حضرت رسولؐ کے قیامت تک کوئی زمانہ خلیفہ رسولؐ سے خالی نہیں رہ سکتا۔

چوتھی دلیل علامہ ابن ابی الحدید اور امام احمد بن حنبل نے لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی زندگی اور اس کا مرنا میرا سا مرنا ہو اور بہشت عدن میں میرا ساتھی ہو۔ وہ میرے بعد علیؑ ابن ابی طالبؑ کی ولایت کا اعتقاد رکھے اور ائمہ اور میرے اوصیاء کی پیروی کرے جو اس کے فرزند ہیں اور میری عترت ہیں اور میری طینت سے پیدا ہوئے ہیں اور میرا علم و فہم خدا نے انہیں عطا کیا ہے۔ اور وائے ہو میری اُمت کے اُن لوگوں پر جو ان کو جھٹلائیں اور میرے ان کے درمیان جُدائی سمجھیں اور ان کے بارے میں میرے حق کا لحاظ نہ کریں، خدا میری شفاعت پر ان کو فائز نہ کرے۔

پانچویں دلیل علامہ زمخشری نے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ فاطمہؑ میرے کلیجے کی ٹھنڈک اور میری جان ہے اور اس کے دونوں بیٹے حسنینؑ میرے دل کے میوے ہیں اور اُس کا شوہر علیؑ میری آنکھوں کا نور ہے اور ان کی اولاد سے جو ائمہ ہیں۔ وہ پروردگار عالم کے امین اور خدا اور اُس کے مخلوقات کے درمیان کھینچی ہوئی رسّی ہیں جو ان کی پیروی کرے گا۔ نجات پائے گا اور جو ان سے خلاف چلا یا

ان سے جُدا ہوا واصل جہنم ہوگا ؛

تنبیہ | اِن دلیلوں کے علاوہ ان ائمہ کی امامت پر یہ بہت واضح دلیل ہے کہ یہ سب حضرات اپنے اپنے وقت میں ساری دُنیا سے تمام صفات کمال علم و فضل، سخاوت، شجاعت وغیرہ وغیرہ میں افضل و اعلیٰ و برتر تھے ابتدائے عمر سے وفات تک کوئی گناہ سرزد نہیں ہُوا، ہر امام نے مختلف موقعوں پر اپنی اپنی امامت کے ثبوت میں سیکڑوں، ہزاروں معجزات ظاہر کئے اور ان سب باتوں کا مخالف موافق ہر شخص مقر رہے، دیکھو صواعق محرقہ فصول مہمہ وغیرہ ؛

حضرت امام آخرالزماں کی امامت کی دلیلیں

تمہید | سابق بیان سے یہ اچھی طرح ظاہر ہو چکا ہے کہ قیامت تک کوئی زمانہ امام سے خالی نہیں رہ سکتا۔ جب تک دُنیا باقی ہے اُس وقت تک کسی نہ کسی جانشین رسولؐ کا دُنیا میں رہنا ضروری ہے اور بغیر ان کے دُنیا قائم نہیں رہ سکتی اور اس کے ثبوت میں بہت سی آیتیں۔ بکثرت حدیثیں سُنی اور شیعہ کی کتابوں میں موجود ہیں کہ حضرت رسولؐ کے نائب اور جانشین ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ میں پیدا ہو چکے اور سیکڑوں معجزات بھی ان سے ظاہر ہوئے اور ایک عرصہ تک لوگوں کے سامنے موجود بھی رہے اور اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد خدا کے حکم سے اور اس کی مصلحت سے تمام لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئے، اور ابھی تک زندہ ہیں۔ اور ہدایت و ارشاد کرتے ہیں جس وقت حکم خدا ہوگا ظاہر ہونگے ؛

پہلی دلیل | خداوند عالم اٹھارھویں پارہ سورۂ نور میں فرماتا ہے

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (اے ایماندارو) تم میں سے جن لوگوں نے ایمان قبول کیا۔ اور اچھے اچھے کام کئے اُن سے خدا نے وعدہ کیا ہے کہ ان کو (ایک نہ ایک دن) روئے زمین پر ضرور اپنا نائب مقرر کرے گا۔ جس طرح ان سے پہلے والوں کو نائب بنا چکا اور جس دین کو اس نے ان کے لئے پسند فرمایا۔ (اسلام) اس پر انہیں ضرور یقینی پوری قدرت دے گا۔ اور ان کے خائف ہونے کے بعد (ان کے) ہراس کو امن سے ضرور بدل دیگا۔ کہ وہ لوگ (سب کے سب) میری عبادت کریں گے اور کسی کو ہمارا شریک نہ بنائیں گے اور جو شخص اس کی ذرا بھی ناشکری کرے تو ایسے ہی لوگ بدکار ہیں"۔ یہ آیت بہت واضح طور پر دلالت کرتی ہے کہ ایک زمانہ ایسا ضرور آنے والا ہے کہ جس میں خدا اپنے نائب کو ظاہر کرے گا۔ اور اپنے پسندیدہ دین پر کامل قدرت عطا کرے گا۔ کہ ساری دُنیا صرف اسی کی عبادت کرے۔ اور کوئی مشرک نہ ہو۔ کیونکہ ابتدائے اسلام سے اسوقت تک ہرگز کوئی ایسا زمانہ گزرا ہی نہیں اور خدا کے وعدے جھوٹے نہیں ہوسکتے۔ پھر وہ زمانہ سوائے جناب امام عصر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دُوسرا ہو ہی نہیں سکتا۔

دُوسری دلیل | يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (ترجمہ) اے ایماندارو خدا کی اطاعت کرو اور

رسولؐ کی اطاعت کرو صاحب امر کی" ظاہر ہے کہ یہ حکم خداوند عالم کا کسی خاص زمانے یا وقت یا کسی خاص شخص کے واسطے نہیں بلکہ ہر شخص اور ہر وقت کے واسطے قیامت تک کے لئے ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اطاعت بھی عام ہے۔ امور دُنیا و دین کی تخصیص نہیں ہے۔ بلکہ عام اطاعت ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ صاحب حکومت سے مُراد کون شخص ہے۔ اگر دُنیا کے بادشاہوں سے ہے تو مذہب اسلام کا کوئی ٹھکانا نہ رہے گا۔ کیونکہ کہیں نصاریٰ بادشاہ ہیں کہیں بودھ مذہب والے۔ کہیں کفار، کہیں سُنّی کہیں شیعہ، پھر اگر مُسلمان اطاعت کریں تو کس کی اس سے معلوم ہُوا کہ ہر زمانہ میں ایک شخص جو رسول کا سچا جانشین وخلیفہ ہو زمین پر موجود رہے اور اُس کی اطاعت ہر شخص پر فرض ہو، ورنہ معاذ اللہ خُدا کا حکم لغو اور بیکار ہو جائے گا ؂

تیسری دلیل حدیث رسولؐ جس سے شیعہ سُنّی کوئی انکار نہیں کرتا۔ اور ہر شخص اُس کو مانتا اور صحیح سمجھتا ہے۔ مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِهٖ مَاتَ مِیْتَةً الْجَاهِلِیَّةِ جو شخص اپنے زمانے کے امام کی معرفت حاصل کئے بغیر مر جائے وہ کفر کی موت مرتا ہے"۔ اس سے بھی واضح ہُوا کہ جناب مہدی آخر الزماں اگر موجود اور زندہ نہیں ہیں تو اس زمانے میں کس امام کی معرفت حاصل کرنے کا رسالت مآبؐ نے حکم دیا ہے۔ پس اگر بفرض محال مان لیا جائے۔ کہ حضرت امام عصر ابھی پیدا نہیں ہوئے ہیں اور آئندہ پیدا ہوں گے تو معاذ اللہ یا رسول کی حدیث جھوٹی یا جتنے لوگ اس وقت مرتے ہیں وہ کافر مرتے ہیں کوئی بھی باایمان دُنیا سے نہیں جاتا ؂

چوتھی دلیل حافظ ابو نعیم نے صحاح ستہ سے منتخب کر کے ۵۰ حدیثیں حضرت امام عصر کے حالات میں لکھی ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے علی بن ہلال نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ میں اس وقت حضرت رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ حضرت کی وفات کا وقت قریب آ گیا تھا اور جناب فاطمہ زہراؑ حضرت کے سرہانے بیٹھی رو رہی تھیں۔ جب جناب سیدہ کے رونے کی آواز بلند ہوئی حضرتؐ نے اپنا سر اٹھایا اور مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے میری پیاری تم کیوں روتی ہو۔ جناب سیدہؑ نے عرض کی میں ڈرتی ہوں کہ آپؐ کے بعد آپ کی امامت مجھے برباد کر دے گی۔ اور میرا لحاظ نہ کرے گی۔ آپؐ نے فرمایا۔ اے میری پیاری کیا تم جانتی ہو کہ جب خدا نے زمین پر نظر کی تو تمام اہل زمین سے تیرے باپ کو منتخب کیا اور مجھے اپنی رسالت کے درجہ پر فائز کیا۔ پھر جب دوبارہ نظر کی تو تیرے شوہر کو برگزیدہ کیا اور میرے پاس وحی بھیجی کہ میں تیرا نکاح اس کے ساتھ کر دوں۔ اے فاطمہ خدا نے مجھ کو وہ سات خصوصیتیں عطا کی ہیں کہ مجھ سے پہلے نہ کسی کو دیں اور نہ آئندہ دیگا۔ خاتم انبیاء، اور خدا کے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ ترؐ اور سب سے زیادہ پیارا میں ہوں تیرا باپ اور میرا وصیؑ علی ابن ابی طالب خدا کے تمام اوصیاء سے بہتر اور اور سب سے زیادہ پیارا ہے۔ اور میرا شہیدؑ تمام شہیدوں سے بہتر اور سب سے زیادہ پیارا ہے اور وہ تیرے باپ اور شوہر کا چچا حمزہ ہے۔ اور وہ شخص جسے خدا نے دو پر عطا کئے ہیں۔ اور بہت سے فرشتوں کے ساتھ جہاں چاہے اُڑتا ہے۔ ہم میں سے ہے اور وہ تیرے باپ کا چچا زاد بھائی اور تیرے شوہر کا حقیقی بھائی جعفرؑ ہے اور اس امت کے سبطین بھی تم

میں سے ہیں۔ وہ تیرے دونوں بیٹے حسنؑ و حسینؑ ہیں اور یہ دونوں بہشت کے جوانوں کے سردار ہیں اور خدا کی قسم ان دونوں کا باپ ان سے افضل ہے۔ اور اُس خدا کی قسم جس نے مجھے سچا نبی بنایا۔ اُنہیں دونوں کی اولاد سے اس اُمت کا مہدیؑ پیدا ہوگا، اور اُس وقت ظاہر ہوگا۔ جب دُنیا حرج و مرج سے بھر جائے گی۔ ہر جگہ فتنہ و فساد پھیلا ہوگا، (ہدایت کی) راہیں بند ہونگی۔ لوگ ایک دُوسرے کو لُوٹتے ہونگے۔ نہ کوئی بڈھا بچے پر رحم کرے گا۔ اور نہ بچے بُوڑھوں کی تعظیم کریں گے اسوقت خدا اُن فرزندوں سے اُس شخص کو اُٹھائے گا جو گمراہی کے قلعوں کو فتح کرے گا جو دِل خدا سے غافل ہو رہے ہونگے اُن پر قبضہ کرے گا۔ اور آخر زمانے میں خدا کے دین کو قائم کرے گا جس طرح سے میں نے قائم کیا، اور جس طرح سے زمین ظلم و جور سے بھری ہوئی تھی۔ عدل و انصاف سے بھردے گا۔ اے فاطمہؑ تم رنجیدہ نہ ہو۔ میرے بہ نسبت خدا تم پر زیادہ رحیم اور مہربان ہے اُس مرتبے کی وجہ سے جو تیرا میرے نزدیک ہے اور اس محبت کی وجہ سے جو تیری میرے دِل میں ہے۔ اور خدا نے تیرا شوہر اُس شخص کو بنایا ہے جس کا رُتبہ نسبت تمام دُنیا کے لوگوں سے زیادہ بزرگ اور جس کا عہدہ سب سے برتر جو رعایا کے ساتھ سب سے زیادہ رحیم اور برابر تقسیم کرنے میں سب سے زیادہ عادل اور احکام خدا کا سب سے زیادہ عالم ہے اور میں نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی ہے کہ میرے اہلبیت میں سب سے پہلے تو ہی مجھ سے ملے

پانچویں دلیل

علامہ صدوق محمد ابن بابویہ نے احمد بن اسحٰق سے روایت کی ہے کہ میں ایک روز حضرت امام حسنؑ عسکری کی خدمت میں حاضر ہوا اور چاہا کہ حضرت سے پُوچھوں کہ آپ کے بعد کون امام ہوگا؟ کہ آپ نے

خود فرمایا اے احمد جب سے خدا نے آدمؑ کو پیدا کیا اب تک کبھی زمین کو اپنی حجّت سے خالی نہیں رکھا اور نہ قیامت تک خالی رکھے گا ہمیشہ خلق خدا پر کوئی نہ کوئی اس کی طرف سے حجّت ہو گا جس کی برکت سے اہل زمین کی بلاؤں کو دفع کرکے آسمان سے پانی برسائے۔ زمین سے دانے اُگائے میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ آپ کے بعد خلیفہ اور امام کون ہو گا؟ یہ سُنتے ہی حضرت اُٹھے اور گھر میں تشریف لے گئے اور پھر اس صورت سے برآمد ہوئے کہ ایک تین برس کا لڑکا جس کا چہرہ گویا چودھویں رات کا چاند تھا آپ کے کندھے پر تھا، اور فرمایا اے احمد یہ لڑکا میرے بعد امام ہو گا۔ اور اگر تو خدا اور اس کی حجّتوں کے نزدیک محترم نہ ہوتا تو تجھے میں اس لڑکے کو نہ دکھاتا۔ اس فرزند کا نام اور کنیت وہی ہے جو حضرت رسولؐ کی تھی اور جب زمین ظلم و جور سے بھر جائے گی تب یہ عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ اے احمد اس فرزند کی مثال خضرؑ و ذوالقرنین کی ہے خدا کی قسم اتنی طولانی غیبت اختیار کرے گا۔ کہ اس غیبت میں ہلاکت اور گمراہی سے بس وہی شخص نجات پائیگا جس کو خدا ثابت قدم رکھے جو اس کی امامت کا قائل ہو، جو اس کے ظہور کی تعجیل کی دُعا کرے اور جس کو خدا توفیق دے میں نے عرض کی یا حضرت اُس وقت کچھ معجزات یا علامتیں ان سے ظاہر ہو سکتی جس سے میرا دل مطمئن ہو۔ یہ سُنتے ہی وہ لڑکا خود نہایت فصیح عربی زبان میں بولا کہ بقیۃ خدا اور اُس کے دشمنوں سے انتقام لینے والا زمین میں ہوں، دیکھو خبردار اب دیکھنے کے بعد کسی سے اس کی تجسّس نہ کرنا، احمد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ میں خوش و خرم وہاں سے باہر آیا۔ اور دن پھر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی یا ابن رسول اللہ جو

نعمت آپ نے مجھے عطا کی ہے اُس سے تو میرا جی بہت خوش ہُوا۔ مگر یہ تو فرمائیے کہ حضرت ذوالقرنین کی ان میں کونسی بات ہوگی، حضرت نے فرمایا لے احمد وہ بات طولانی غیبت ہے میں نے عرض کی یا حضرت کیا اُن کی غیبت کو بہت طُول ہوگا۔ حضرت نے فرمایا ہاں خدا کی قسم ان کی غیبت میں اِس قدر طُول ہوگا کہ اکثر لوگ دین سے پھر جائیں گے اور ان کی امامت کے قائل نہ ہونگے اور سچے دین پر بس وہی لوگ باقی رہیں گے جن سے خدا نے روز میثاق ہماری ولایت کا عہد و پیمان لیا تھا اور جن کے ایمان کو قلم قدرت سے لکھ دیا تھا اور ایمان کی رُوح سے اس کی تائید کی ہے لے احمد یہ خدا کا ایک عجیب امر ہے اور اس کا پنہاں راز ہے اور خدائی غیبت سے غرض جو کچھ میں نے تمہیں عطا کیا ہے اُسے لو اور پوشیدہ رکھو خدا کا شکر ادا کرو کہ قیامت میں تم ہمارے رفیق بنو۔

تنبیہہ اِس قسم کی حدیثیں جن سے امام آخرالزماں کا موجود اور زندہ ہونا بخوبی ثابت ہوتا ہے اہلسنت کی کتابوں میں بھی دیکھو ترمذی سنن ابو داؤد وغیرہ مگر باوجود اس کے حضرات اہلسنت اس کے قائل نہیں ہیں بلکہ ان پر طعنہ زن ہوتے ہیں اور مختلف قسم کے اعتراضات کرتے ہیں۔

پہلا اعتراض کبھی تو اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ ایک آدمی کی اتنی طولانی عمر کیونکر ہو سکتی ہے۔

جواب اگر یہ خیال نہیں کرتے کہ اگر اس پر تعجب ہے تو حضرت خضرؑ، حضرت الیاسؑ نے دُنیا میں، حضرت ادریسؑ، حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر زندہ اور آج تک موجود رہنے کے کیونکر قائل ہو ان کی عمریں تو حضرت امام آخرالزماں کی بہ نسبت بہت زیادہ طولانی ہیں۔ ان کو بھی چھوڑ دو۔ شیطان اور

دجال کے زندہ رہنے کے تو قائل ہو یا اس سے انکار ہے تو قرآن کھولو اور غور سے دیکھو۔ پھر افسوس کہ ایک اپنے اور خدا کے دشمن کی طولانی حیات پر تعجب نہ ہوا اور ہو تو ایک ولی خدا اپنے مالک وحاکم کی عمر پر افسوس ÷

دوسرا اعتراض کبھی اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ اگر زندہ ہیں تو غائب کیوں ہیں؟

جواب تم یہ نہیں سمجھتے کہ خدا یا رسولؐ یا امام کے ہر کام کی مصلحت ہماری سمجھ میں آنا کیا ضرور ہے۔ اگر ضرور ہے تو پھر بتاؤ کہ حضرت رسولؐ شعب ابی طالبؑ میں ایک عرصے تک کیوں چھپے رہے جب ہجرت کی تو غار میں کیوں جا چھپے؟ حضرت خضرؑ و الیاسؑ ہماری نظروں سے کیوں غائب ہیں؟

تیسرا اعتراض کبھی یہ خیال ہے کہ اگر زندہ ہیں تو ان کی زندگی کا فائدہ ہی کیا ہے؟

جواب تم یہ خیال نہیں کرتے کہ انہیں کی قدم کی برکت سے زمین قائم ہے، پانی برستا ہے۔ دانا اُگتا ہے۔ بلائیں ہم سے دور ہیں باوجود گناہ فسق و فجور کی کثرت کے ہم پر عذاب نازل نہیں ہوتا۔ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ خداوند عالم نے قرآن میں عذاب نازل نہ ہونے کے دو ہی سبب قرار دیے ہیں۔ یا رسول اللہؐ کا موجود ہونا یا اُن کا استغفار کرنا، اور اب تو نہ حضرت رسولؐ ہی موجود ہیں نہ استغفار کرتے ہیں۔ پھر عذاب کیوں نہیں آتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ رسول اللہؐ کا قائم مقام، ان کی نشانی ان کی یادگار، ان کا ہم نام، ان کا جانشین موجود ہے اسوجہ سے خدا رحم کرتا ہے ÷

رجعت قرآن مجید کی چند آیتیں اور معصومین کی بہت سی حدیثوں سے

ثابت ہے اور اس کا ہر ایماندار کو اعتقاد رکھنا بھی ضرور ہے کہ قیامت کے پہلے ایک زمانہ وہ ہوگا کہ حضرت امام آخرالزمان ظاہر ہونگے اور اُمتیت بہت سے لوگ جو اعلٰے درجہ کے نیک ہیں اور بہتیرے جو حد درجہ کے بد ہیں زندہ کئے جائیں گے، خُدا کے نیک بندے تو اس لئے زندہ کئے جائیں گے کہ وہ اپنے امام کی دولت وسطوت کو دیکھ کر خوش ہوں اور اپنے نیک کاموں کا کچھ تھوڑا سا ثواب دُنیا میں بھی دیکھ لیں اور بدکار لوگ اس لئے زندہ کئے جائیں گے کہ قیامت کے قبل اپنے کرتوتوں کی سزا کچھ دُنیا میں بھی بھگت لیں۔ اُسی وقت حضرت عیسٰیؑ بھی آسمان سے آئینگے اور حضرت کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ اور ساری دُنیا میں خدا کا ایک دین ہوگا، جزیہ کا حکم موقوف ہو جائیگا منکر اسلام یا قتل پر مجبور کئے جائیں گے یا ایمان لائیں جب حضرت امامؑ عصر کی وفات ہو جائے گی تو ہر معصوم حضرت رسولؐ سے لے کر امام حسنؑ عسکریؑ تک دوبارہ دُنیا میں تشریف لائیں گے اور بہت طولانی سلطنتیں کریں گے اور جتنے پچھلے ایماندار اور پکے بدکار جس زمانے میں تھے وُہ سب اُس وقت زندہ کئے جائیں گے، اگرچہ اور معصومینؑ کی رجعت میں تواتر نہیں مگر حضرت رسولؐ جناب امیرؑ امام حسینؑ کی رجعت اور سلطنت میں کسی طرح کا شک نہیں ہے بلکہ اور معصومینؑ کی رجعت کا بھی اعتقاد رکھنا چاہیئے +

پہلی دلیل خداوند عالم کا قول یَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا لیے اُس دن کو یاد کرو جب ہم ہر ایک گروہ میں سے ایسے لوگوں کو جو ہماری نشانیوں کو جھٹلاتے ہیں۔ ان کی قبروں سے اُٹھا کھڑا کریں گے" اِس آیت سے صاف رجعت کا ثبوت ہوتا ہے۔

کیونکہ قیامت میں تو خدا سب کے سب کو زندہ کرے گا، اور اس میں صرف کچھ لوگوں کو۔ چنانچہ قیامت کے بارے میں خود دوسری جگہ فرماتا ہے وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا۔ ہم اُن سب کو میدان حشر میں لائیں گے۔ اور ان میں سے ایک کو زندہ کئے بغیر نہ چھوڑینگے اور پہلی آیت میں خدا کی نشانیوں سے مراد حضرت معصومینؑ ہیں ۔

دُوسری دلیل | جناب باری کا قول۔ وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ۔ (قیامت کے قریب) جب ان پر عذاب نازل ہوگا تو ہم اُن کے لئے ایک دابہ (زمین پر چلنے والا) زمین سے باہر نکالیں گے جو اُن لوگوں سے باتیں کرے گا کہ بے شک لوگ ہماری (خدا کی) نشانیوں کا یقین نہ رکھتے تھے"۔ سُنیوں کی بہت سی کتابوں سے ثابت ہے کہ دابہ سے مراد حضرت امیرؑ ہیں، تفسیر کشاف میں ہے کہ وہ دابہ کوہ صفا سے باہر نکلے گا۔ اور اُس کے پاس حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی اور حضرت موسیٰؑ کا عصا ہوگا، اور وہ عصا کو مومن کی پیشانی پر لگائے گا اور اُس سے ایک ایسا روشن نور پیدا ہوجائیگا جس سے اس مومن کا تمام چہرہ ستارے کی طرح چمکنے لگے گا۔ اور انگوٹھی کو کافر کی پیشانی پر لگائے گا۔ جس سے اس کا تمام چہرہ سیاہ ہوجائے گا۔ اور خود حضرت امیرؑ نے مکرر اپنے خطبوں میں ارشاد فرمایا ہے۔ کہ مَیں ہوں "دابۃ الارض" عصا اور انگوٹھی کا مالک، غرض اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ قیامت کے پہلے رجعت کا ہونا ضروری ہے ۔

تیسری دلیل | جب شیطان خدا کی درگاہ سے راندہ گیا۔ اور خدا سے

عرض کی کہ خداوندا مجھے قیامت تک مُہلت دے تو خدا نے اس کے جواب میں ہاں یا اچھا نہیں فرمایا۔ بلکہ یہ فرمایا کہ میں نے تجھے ایک وقت تک کی مُہلت دی اور اس وقت معین سے مُراد رجعت ہے اور اسی وقت تک کی اس کو مُہلت دی گئی ہے۔ چنانچہ بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے کہ جب وُہ دِن آئیگا تو شیطان اپنے تابعین کے ساتھ نکلے گا اور جناب امیرؑ بھی اپنے اصحاب خاص کے ساتھ رجعت فرمائیں گے اور دونوں لشکروں میں فرات کے کنارے کوفہ کے قریب ایسی سخت لڑائی ہوگی کہ ایسی سخت لڑائی کبھی کہیں ہوئی نہ تھی یہاں تک کہ حضرت کے لشکر کے پاؤں سو قدم پیچھے ہٹنے لگیں گے۔ یہاں تک کہ بعض اپنے پاؤں فرات میں ڈال دیں گے۔ اتنے میں آسمان سے ایک ابر کا ٹکڑا جس میں فرشتے بھرے ہونگے نازل ہوگا اور حضرت رسولؐ کے ہاتھ میں ایک حربہ ہوگا اور اُس کے سامنے کھڑے ہوں گے جوُں ہی شیطان کی نظر حضرت پر پڑے گی تو پچھلے پاؤں بھاگے گا۔ اُس وقت اس کے ساتھی کہیں گے۔ کہ اب تو ہماری فتح ہو چکی اب کہاں بھاگا جاتا ہے شیطان کہے گا جو میں دیکھتا ہُوں تم نہیں دیکھتے اور مجھے تو اب خدا سے خوف معلوم ہو رہا ہے۔ غرض حضرت رسولؐ اس تک پہنچ کر اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایسا وار کریں گے کہ وُہ اور اس کے ساتھی سب ہلاک ہو جائیں گے اس کے بعد پھر تو سب کے سب خدا ہی کی پرستش کریں گے اور اُس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے، اُسی وقت ہرے بھرے دو باغ مسجد کوفہ کے دونوں جانب ظاہر ہونگے اور مومنین اُن سے نفع اُٹھائیں گے جن کے بارے میں خدا سورہ رحمٰن میں

ارشاد فرمایا ہے۔ مُدْهَامَّتَانِ۔

چوتھی دلیل خداوند عالم سورۂ مومنوں میں ارشاد فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَ اَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ (ترجمہ) اس میں شک نہیں کہ جن لوگوں نے کفر اختیار کیا (قیامت کے دن) اُن سے باواز بلند کہا جائیگا کہ جیسا تم آج اپنی جان سے بیزار ہو اس سے کہیں بڑھ کر خدا تم سے بیزار ہے کہ جب تم ایمان کی طرف بلائے جاتے تھے تو تم نہیں مانتے تھے، وہ لوگ عرض کریں گے۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو تو دوبارہ زندہ اور دوبارہ مُردہ کر چکا تو ہم اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں۔ پھر اب یہاں سے نکلنے کی بھی کوئی صورت ہے۔ یہ آیت تصریحاً رجعت پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ اگر بفرض محال رجعت نہ ہو تو پھر دو مرتبہ زندہ کرنا اور دو مرتبہ مارنا کیسا؟

معاد (قیامت) معاد کے لغوی معنے اگرچہ تین ہیں، پھرنا، پھرنے کی جگہ، پھرنے کا زمانہ، مگر اس مقام پر رُوح کا حیات کے ساتھ اچھے بُرے اعمال کی جزا سزا پانے کے واسطے دوبارہ لوٹنا مراد ہے ❖

معاد کی دو قسمیں ہیں رُوحانی، جسمانی، رُوحانی کے معنے یہ ہیں کہ رُوح کا بدن سے جُدا ہو جانے کے بعد اگر اچھے کام کئے ہیں تو خوش و مسرور ہونا، اور اگر بُرے کام کئے ہیں تو رنجیدہ ہونا، اور اکثر حکما، معاد کو اسی معنے میں لیتے ہیں اور بہشت و دوزخ کی تاویل اسی خوشی و رنج سے کرتے ہیں ❖

معاد جسمانی یہ ہے کہ بدن جس سے ہم نے اچھے بُرے کام کئے ہیں دوبارہ

اس میں رُوح ڈالی جائے گی۔ اور اُسی بدن میں جزا و سزا بھگتنی ہوگی۔ اگر اچھے کام کئے تو ایسی بہشت کی نعمتوں سے عیش و آرام اُٹھائیں گے جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا ہے نہ کانوں نے سُنا ہے۔ اگر بُرے کام کئے ہیں تو جہنم کی سخت سزاؤں میں جن کے سُننے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ مُبتلا ہونگے اور اس پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کوئی شخص اس کا مُنکر نہیں، حتیٰ کہ یہود و نصاریٰ بھی اس کے قائل ہیں۔ اگرچہ چند حکماء اسکے خلاف ہیں ؛

اعتراض جب یہ بدن مرنے کے بعد جلا کر راکھ یا سڑ گل کر خاک ہو جائیگا تو پھر اس کا دوبارہ پیدا ہونا کیسے ممکن ہے اس کو عقل نہیں مانتی ؛

جواب مجھے اس عقل پر نہایت تعجب ہے، ہم کچھ نہ تھے اور اس میں اتنی قدرت تھی کہ اس نے ہمیں پیدا کر دیا۔ تو اب ہماری خاک ہی سہی، راکھ ہی سہی، مگر کچھ تو ہے۔ پھر وہ کہیں اُڑا دی جائے، برباد کر دی جائے، مگر کہیں تو ہے اس سے بدن کا دوبارہ بنا دینا کیا دشوار ہو سکتا ہے، اگرچہ اس میں مختلف اقسام کے شبہے پیدا کئے جاتے ہیں۔ مگر ذرا غور سے سب دفع ہو جاتے ہیں ؛

برزخ مرنے کے بعد سے قیامت تک کے زمانے کا نام برزخ ہے۔ جب آدمی مر جاتا ہے اس کو زمین یا دریا کہیں اور دفن کر چکنے کے بعد دو فرشتے جن کا نام منکر نکیر ہے آتے ہیں اور کمر سے اوپر زندہ کر کے بٹھلاتے ہیں اور اس کے اعتقادات سے سوال کرتے ہیں جس شخص نے جیسا جواب دیا اُس کے موافق اس کو راحت و نعمت یا عذاب و شدت میں قیامت تک بسر کرنا ہوگا اور اس وقت اپنے اعمال و اعتقاد کے سوا کسی کا کوئی شفیع نہ ہوگا۔

اسی وجہ سے امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ میں تم سے اگر ڈرتا ہوں تو برزخ کے زمانے سے کیونکہ قیامت میں تو میں شفاعت کر لوں گا، اس پر تمام علماءِ اسلام کا اتفاق ہے۔ بعض روایت میں ہے کہ جو شخص معراج اور سوالِ قبر اور شفاعت کا منکر ہو وہ ہمارا شیعہ نہیں، انبیاء، ائمہ، لڑکے، دیوانے اور مستضعفین سے سوالِ قبر نہ ہو گا جن لوگوں سے سوالِ قبر ہو گا انہیں لوگوں کے لئے فشارِ قبر بھی ہے، مگر کامل مومنین اس سے مستثنیٰ ہیں جو شخص مومن جمعہ کے دن یا رات کو مرتا ہے وہ بھی فشار سے محفوظ رہتا ہے۔ انہیں امور کی طرف اشارہ کر کے خداوند عالم فرماتا ہے مِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ "ان کے پیچھے ہی پیچھے قیامت کے دن تک برزخ ہے"۔ اس میں شک نہیں کہ یہ سب باتیں سوال و فشار وغیرہ اسی اصلی بدن کے ساتھ ہوتی ہیں اور اس کے بعد روح اس سے جدا ہو جاتی ہے اور بدن رفتہ رفتہ سڑ کے فنا ہو جاتا ہے اور روح باقی رہتی ہے۔ مگر اس میں اختلاف ہے کہ اس کے بعد روح آیا خود مجسم ہو جاتی ہے یا کسی دوسرے مثالی بدن میں حرکت کرتی ہے، انبیاء اور ائمہ کی روحیں تین روز کے بعد ان کے اصلی بدن میں لوٹا دی جاتی ہیں اور یہ حضرات آسمان پر تشریف لے جاتے ہیں اور جس مقام پر چاہیں خدا کی مرضی کے موافق آجا سکتے ہیں اسی وجہ سے حضرت رسولؐ نے اکثر انبیاء سے آسمان پر ملاقات کی۔ مومنین کی روحیں وادی السلام میں جو نجف اشرف میں ہے نور کے قالبوں میں رہتی ہیں اور باہم ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں اور جب کوئی ان کی قبروں کی زیارت کو جاتا ہے تو ان کو خبر ہو جاتی ہے اور وہ زائرین اور بخیر یاد کرنے والوں سے انس و محبت رکھتی ہیں اور بحکم خدا اپنے اہل و عیال کو دیکھنے کو آتی ہیں جب

ان کو نیک کاموں میں دیکھتی ہیں تو خوش ہوتی ہیں اور شکر خدا بجالاتی ہیں اور جب بدکاری و پریشانی میں دیکھتی ہیں تو محزوں و غمگین ہوتی ہیں اور کافروں کی رُوحیں وادی برہوت میں رہتی ہیں جو یمن میں ہے اور انواع و اقسام کے عذاب و سختی میں مُبتلا رہتی ہیں ❖

قیامت کے علامات

(۱) یاجُوج و ماجُوج کا جن کا ذکر قرآن میں ہے نکلنا۔ (۲) دابتہ الارض کا (جس کا ذکر پہلے ہو چکا) نکلنا۔ (۳) آفتاب کا پچھم کی طرف سے نکلنا۔ (۴) ایک دُھواں جو سارے عالم کو گھیر لے گا پیدا ہونا۔ حضرت اسرافیل فرشتہ کا زمین پر صور لئے ہوئے آنا جو وقت پیدائش سے خدا کے حُکم کے منتظر ہیں ❖

قیامت اس قدر اچانک آئے گی کہ دو آدمی کپڑا کھولے خرید و فروخت کی باتیں کرتے ہونگے اور ابھی نہ طے کرنے پائے ہونگے کہ قیامت آجائیگی بعض روایات میں ہے کہ حضرت اسرافیل بحکم خدا صور لئے ہوئے زمین پر آئیں گے اور اس کا ایک سرا جو مُنہ کی طرف ہوگا۔ ایک گوشے کا ہوگا اور دوسرا دو گوشوں کا ہوگا۔ ایک کا رُخ زمین کی طرف ہوگا اور دُوسرے کا آسمان کی طرف، پہلے زمین کی طرف والے میں صور پھُونکیں گے اور اسی وقت فوراً جتنے لوگ زمین پر ہیں سب مرجائیں گے۔ اس کے بعد دوسری طرف والے صور کو پھُونکیں گے اس وقت جتنے لوگ آسمان پر ہیں سب مرجائیں گے، یہاں تک کہ سوائے حضرت اسرافیل کے کوئی جاندار باقی نہ رہیگا اس وقت حضرت اسرافیل سے حکم ہوگا کہ تم بھی مرجاؤ وہ بھی مرجائیں گے اور سوائے قادر و توانا کے سوا کوئی باقی نہ رہے گا۔ اُسوقت خداوند عالم باآواز بلند فرمائے گا، کہ آج کی بادشاہی اور حکومت صرف اُس خدا کے واسطے ہے

جو ڈراتا ہے اور رکھتا ہے۔ اس کے بعد جب خدا چاہے گا خود اپنی خاص قدرت سے آسمان کی طرف والے صور کو پھونکے گا تو جتنی آسمانی چیزیں ہیں سب کی سب پھر پیدا ہو جائیں گی پھر دوسرے صور کو پھونکے گا اور جتنے اہل زمین ہیں سب کے سب پھر پیدا ہو جائیں گے اس کے بعد سب کا حساب و کتاب ہوگا اور اپنے اپنے اعمال کے موافق جزا یا سزا پائیگا۔

لوائے حمد سُنّی اور شیعہ کی متواتر حدیثوں میں مذکور ہے کہ ایک منبر جس کے بہت سے پائے اور زینے مختلف جواہرات کے ہونگے اور اس کا نام وسیلہ ہوگا؛ قیامت کے دن جہاں اور پیغمبروں کے درجے بھی ہونگے قائم کیا جائیگا۔ اور اُن تمام درجوں میں اس طرح ممتاز ہوگا۔ جیسے ماہتاب تاروں میں، اس روز کوئی پیغمبر یا شہید یا صدیق ایسا نہ ہوگا۔ جس کی زبان سے بیساختہ یہ نہ نکلے کہ اس شخص کا کیا کہنا جس کا یہ درجہ ہے اُسوقت ایک فرشتہ خداوند عالم کی جانب سے بآواز بلند ندا کرے گا کہ یہ درجہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ہے۔ غرض اس دن جناب رسالتمآبؐ کے سر پر شفاعت و سرداری کا تاج پہنایا جائیگا۔ اور حضرت علیؑ آپ کے آگے آپ کا لوائے حمد (علم) اپنے ہاتھ میں لئے ہونگے اور اُس پر لکھا ہوگا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ هُمُ الْفَائِزُوْنَ بِاللّٰهِ جب اس شان سے آپ پیغمبروں سے ہو کر گذریں گے تو پیغمبر کہیں گے یہ دونوں فرشتے ہیں جنہیں ہم نہیں پہچانتے اور جب فرشتوں کی جانب سے گذریں گے تو کہیں گے یہ دونوں رسول ہیں غرض آپ اِس شان و شوکت سے تشریف لائیں گے اور منبر کے اعلیٰ زینہ پر جائیں گے اور حضرت علیؑ آپ کے ایک زینہ نیچے کھڑے ہونگے اور لوائے حمد ہاتھ میں ہوگا اسوقت تمام مومنین

اور پیغمبر بے تحاشا بول اُٹھیں گے۔ سُبحان اللہ یہ دونوں بندے خدا کی بارگاہ میں کس قدر معزز و محترم ہیں۔ اس کے بعد ایک فرشتہ خدا کی طرف سے ایسی بلند آواز سے ندا کرے گا۔ کہ تمام خلائق سُن لے گی کہ میرا حبیب محمدؐ ہے اور میرا ولی علیؑ ہے۔ خوشا حال ان کا جو ان کو دوست رکھے۔ اور ان کی اقتدا کرے۔ حضرت رسولؐ فرماتے ہیں کہ یا علیؑ اس وقت اِس آواز سے تمہارے دوستوں کو راحت پہونچے گی اور ان کا چہرہ نُورانی ہو جائیگا، اُن کا دل خوش ہو جائیگا اور تمہارے دشمن اور تُم سے لڑنے والے اور تیری امامت کا انکار کرنے والے کے مُنہ کالے ہو جائیں گے، پاؤں تھرانے لگیں گے۔ اس وقت دو فرشتے رضواں خازنِ جنت اور مالک خازن جہنّم خداوند عالم کی بارگاہ سے میرے پاس آئیں گے پہلے رضوان آئیگا۔ اور مجھے السّلام علیک یا رسولؐ اللہ کہے گا، مَیں اس کے سلام کا جواب دُوں گا۔ اور پُوچھوں گا اے بزرگ و محترم فرشتے تو کون ہے وہ عرض کرے گا، مَیں رضوان ہوں مجھے خداوند عالم نے حکم فرمایا ہے کہ مَیں بہشت کی کُنجیاں آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں، مَیں شکر خُدا بجا لاؤں گا اور کہوں گا۔ کہ مَیں نے قبول کیا یہ کُنجیاں میرے بھائی علی ابن ابی طالبؑ کے ہاتھ میں دیدو، جب رضوان کُنجیاں دے کر چلا جائیگا۔ تب مالک خازن جہنّم آئیگا۔ اور مجھ سے کہیگا السّلام علیک یا حبیب اللہ مَیں جواب سلام دے کر کہوں گا اے فرشتے تو کس قدر بد ہیبت اور بد ہیئت ہے آخر تو کون ہے وُہ عرض کرے گا مَیں مالک جہنّم ہوں۔ مجھے خداوند عالم نے حکم دیا ہے کہ مَیں جہنّم کی کُنجیاں آپ کے پاس حاضر کر دوں۔ مَیں شُکر خدا بجا لاؤنگا اور کہوں گا مَیں نے قبول کیا یہ کُنجیاں میرے بھائی علی ابن ابی طالبؑ کو دیدو، غرض مالک جہنّم بھی جہنّم کی کُنجیاں دے کر

واپس جائے گا پھر حضرت علی ابن ابی طالبؑ اس کو اپنے اختیار میں کرلینگے اس وقت جہنم سے آواز پیدا ہوگی کہ یا علیؑ تم مجھ پر سے گزر جاؤ کہ تمہارا نور میرے شعلوں کو بجھائے دیتا ہے۔ اُس وقت علیؑ کہیں گے۔ اے جہنم قرار لے کہ آج تجھے میری اطاعت کرنا چاہیئے اس کے بعد گروہ گروہ علیؑ کے پاس آئینگے اور علی ابن ابی طالبؑ کہیں گے کہ اسے چھوڑ دے یہ میرا دوست ہے اسے لے کہ یہ میرا دشمن ہے اسوقت جہنم علیؑ کی اطاعت اُس غلام سے زیادہ کرے گا جو اپنے آقا کا فرمانبردار ہو غرض علیؑ ابن ابیطالب جن کو چاہیں گے بہشت میں پہونچائیں گے اور جس کو چاہینگے جہنم میں جھونک دینگے۔

عَلِیٌّ حُبُّہٗ جُنَّۃٌ قَسِیْمُ النَّارِ وَالْجَنَّۃِ
وَصِیُّ مُصْطَفٰی حَقًّا اِمَامُ الْاِنْسِ وَالْجِنَّۃِ

دُوسرا باب فروع دین

نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خمس، جہاد

ترجمۂ نماز مع اذان

اَللّٰہُ اَکْبَرُ چار مرتبہ، خدا تمام عالم سے بزرگ اور اس سے برتر ہے کہ کوئی اس کی حقیقت سمجھ سکے۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (دو مرتبہ) میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی پرستش کے قابل نہیں اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ (دو مرتبہ) میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ خدا کے سچے رسول ہیں حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ (۲ مرتبہ) دوڑو نماز کی طرف حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ

جو چیز نجات کا باعث ہے اس کی طرف دوڑو۔ حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ
(۲ مرتبہ) سب سے بہتر کام (نماز) کی طرف دوڑو۔ اَللّٰهُ اَکْبَرُ (۲ مرتبہ)
بڑے سے بڑا خدا ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (۲ مرتبہ) خدا کے سوا کوئی معبود پرستش کے
قابل نہیں۔

اذان کے بعد کی دعا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ قَلْبِیْ بَارًّا وَّعَیْشِیْ قَارًّا
خداوندا میرے دل کو نیکی کرنے والا بنا، اور میری زندگی برقرار اور
وَّرِزْقِیْ دَارًّا وَّاَوْلَادِیْ اَبْرَارًا وَّعَمَلِیْ سَارًّا وَّاجْعَلْ
خوش رکھ اور میری روزی ہر پھر کے آنے والی، اور میری اولاد کو نیکوکار اور
میرے عمل کو لِیْ عِنْدَ قَبْرِ نَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ مُسْتَقَرًّا
جاری رکھ اور میرے لئے اپنے نبی محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قبر کے پاس زندگی
میں اور وَّقَرَارًا بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔
مرنے کے بعد ٹھہرنے کی جگہ قرار دے، یہ سب اے ارحم الراحمین اپنی رحمت سے
پورے کرے۔

اقامت اَللّٰهُ اَکْبَرُ (۲ مرتبہ) اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (۲ مرتبہ)
اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ (۲ مرتبہ) حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ (۲ مرتبہ)
حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ (۲ مرتبہ) حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ (۲ مرتبہ) قَدْ
قَامَتِ الصَّلٰوۃُ (۲ مرتبہ) اَللّٰهُ اَکْبَرُ (۲ مرتبہ) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
(ایک مرتبہ) نماز پنجگانہ و جمعہ کے واسطے اذان و اقامت مستحب ہے مگر
بہتر ہے کہ نماز صبح اور مغرب میں اقامت اور اذان کو ترک نہ کرے۔ وقت
داخل ہونے کے پہلے اذان صحیح نہیں ہے، اذان آواز بلند ٹھہر ٹھہر کر کہے
اور اقامت دھیمی آواز سے ذرا ٹھہر ٹھہر کر کہے، عورتیں اذان و اقامت

عموماً آہستہ کہیں اور فقط تکبیر اور شہادتین پر بھی اکتفا کر سکتی ہیں ،
موذن کو اذان کہتے وقت داہنے بائیں منھ کرنا یا کوئی بات کرنا مکروہ
ہے اذان کے اٹھارہ جزو ہیں اور اقامت کے سترہ جز اَشْهَدُ اَنَّ
اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اذان کا جز نہیں ہے۔ لیکن تبرکاً کہنے میں کوئی مضائقہ
نہیں اس کے جزو اذان ہونے کا اعتقاد نہ رکھنا چاہیئے۔

نماز کا ترجمہ اور ترکیب جب نماز کے لئے قبلہ رُخ کھڑا ہو تو دونوں
پاؤں کو برابر انگلیاں قبلہ کی طرف کرے اور مرد کے پاؤں کے درمیان کم سے
کم چار انگل اور زیادہ سے زیادہ ایک بالشت کا فاصلہ ہو اور عورت کے
دونوں پاؤں ملے ہوں۔ دونوں پاؤں کی انگلیاں ملی ہوں اور زانوؤں پر
رہیں۔ اس کے بعد سات تکبیریں کہے اور ان میں سے جسے چاہے نیت
کے ساتھ تکبیرۃ الاحرام قرار دے یا یہ کرے۔ کہ پہلے تین مرتبہ بقصد سنت
اللہ اکبر کہے اس کے بعد یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ
خداوندا تو ہی کھلم کھلا سچا بادشاہ ہے تیرے سوا کوئی معبود پرستش کے قابل
نہیں تو ہر عیب سے سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ عَمِلْتُ سُوْءً وَظَلَمْتُ
نَفْسِيْ پاک و پاکیزہ ہے اور میں تیری حمد کرتا ہوں، میں نے بُرائی کی اور گناہ
کرکے آپ فَاغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ
اپنے اوپر ظلم کیا، تو مجھے میرے گناہ بخشدے، کیونکہ گناہوں کا بخشنے والا تیرے سوا کوئی نہیں۔

پھر دو مرتبہ اللہ اکبر کہے، پھر یہ دعا پڑھے
لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِيْ يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ
میں تیری خدمت کے لئے نہایت خوشی سے حاضر ہوں اور میں تیرا فرمانبردار ہوں اور

اِلَيْكَ وَالْمَهْدِيُّ مَنْ هَدَيْتَ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدَيْكَ
دنیا و آخرت کی بھلائی تیرے قبضہ میں ہے اور برائی کی نسبت تیری طرف نہیں ہے ہدایت یافتہ
ذَلِيْلٌ بَيْنَ يَدَيْكَ مِنْكَ وَبِكَ وَاِلَيْكَ
پس وہی شخص ہے جس کو تو نے ہدایت کی اور میں تیرا بندہ ہوں اور تیری لونڈی غلام کا لڑکا ہوں
لَا مَنْجَا وَلَا مُلْجِيَ وَلَا نَصْرَ وَلَا مَهْرَبَ
تیرے سامنے تابعداری کو حاضر ہوں۔ تجھی سے وجود کی ابتدا ہے اور تیرے سبب سے بقا اور ہر کام
مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ سُبْحَانَكَ وَحَنَانَيْكَ وَتَبَارَكْتَ
تیرے ہی واسطے ہے اور تیری ہی طرف لوٹ کے جاتا ہے تجھ سے علیحدہ ہو کر تیرے سوا پناہ و امید بھاگنے
وَتَعَالَيْتَ سُبْحَانَكَ رَبَّنَا وَرَبَّ الْبَيْتِ الْحَرَامِ۔
اور قرار کی کوئی جگہ نہیں ہے میں تجھے ہر عیب سے پاک پاکیزہ جانتا ہوں میں تجھی سے رحمت و مہربانی کا
سوال کرتا ہوں اور تو ہی تمام برکتوں کا سرچشمہ ہے اور تو ہی ہر چیز سے برتر ہے تو ہی ہر عیب سے
پاک و پاکیزہ ہے اے ہمارے پالنے والے اور خانہ کعبہ کے مالک تو ہی میرا مقصود ہے کعبہ نہیں
فقط تیرے فرمانے سے میں کعبہ کا رخ کئے ہوا ہوں۔

اس کے بعد بقصد سنت ایک مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہے اور جو نماز پڑھنی ہے
اس کی نیت کرے اور پھر بقصد واجب اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہے اور یہ دعا پڑھے
وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰى
میں نے اپنے دل کا رخ اس ذات کی طرف کیا ہے جس نے سارے آسمان و زمین پیدا کئے
مِلَّةِ اِبْرَاهِيْمَ وَدِيْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
حضرت ابراہیمؑ کی ملت، اور حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ
اٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَمِنْهَاجِ عَلِيٍّ صَلَوٰةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ
و آلہ وسلم اور حضرت علیؑ کے طریقے پر نرا کھرا حق کا پابند

حَنِيْفًا مُّسْلِمًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ صَلَاتِيْ

خدا کا فرماں بردار بندہ اور میں مشرکین سے نہیں ہوں اس میں

وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

شک نہیں کہ میری نماز اور میرا عمل اور میرا جینا اور مرنا غرض سب کچھ خدا

لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ

ہی کے لئے ہے۔ جو سارے جہان کا پالنے والا ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ

اور مجھے اسی کا حکم فرمایا ہے اور میں مسلمان ہوں۔ میں اس خدا کی بارگاہ میں جو سب کی سنتا

الرَّجِيْمِ

سب کچھ جانتا ہے، شیطان مردود سے پناہ مانگتا ہوں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

میں اس خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ

ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے جو سارے جہان کا پالنے والا بڑا مہربان رحم والا روز جزا

يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا

کا مالک ہے۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں (خدایا) ہم کو

الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

سیدھی راہ پر ثابت قدم رکھ، جنہیں تو نے اپنی نعمت دی، نہ اُن کی راہ جن پر تیرا غضب

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ

ڈھایا گیا، اور نہ گمراہوں کی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا

بیشک ہمنے اس قرآن کو شبقدر (۱۹ یا ۲۱ یا ۲۳ رمضان) میں نازل کیا اور تو نے

لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ ۝

کہاں سے جانا کہ شبقدر کیا ہے۔ شب قدر کی عبادت ہزار مہینے کی عبادت سے کہیں بہتر ہے

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَةُ وَالرُّوْحُ فِیْھَا بِاِذْنِ رَبِّھِمْ مِّنْ

اس میں فرشتے اور روح پورے سال کے حکم لیکر امام زمانہ کے پاس زمین پر نازل ہوتے

کُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

ہیں۔ خدا کے دوستوں کے لئے یہ رات صبح کے طلوع تک سلامتی ہے

اس کے بعد اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر رکوع میں جائے اور بہتر یہ ہے کہ تین

مرتبہ کہے۔ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ اسکے بعد سیدھا

کھڑا ہو کر کہے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ (جس شخص نے اسکی حمد کی

خدا نے سُن لیا) پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے اور سجدے میں جائے اور

تین مرتبہ پڑھے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی وَبِحَمْدِہٖ (میں اپنے اعلیٰ

اور برتر پروردگار کو برائی سے پاک وپاکیزہ جانتا ہوں اور اسکی حمد وثنا کرتا ہوں)

اسکے بعد سیدھا ہو کر بیٹھے اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے اور پھر اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ

رَبِّیْ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ (میں اپنے پالنے والے خدا سے بخشش چاہتا ہوں اور اس کی

بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں) پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ باطمینان کہہ لے تب سجدے میں

جائے اور پہلے سجدے کی طرح سب امور بجا لائے پھر سیدھا ہو بیٹھے اور اَللّٰہُ

اَکْبَرُ کہے اس کے بعد بِحَوْلِ اللّٰہِ وَقُوَّتِہٖ اَقُوْمُ وَاَقْعُدُ

(میں خدا ہی کی مدد سے اور اس کی قوت سے کھڑا ہوتا ہوں اور بیٹھتا ہوں) اسکے

بعد کھڑے ہو کر مثل پہلی رکعت کے سورۂ حمد پڑھے اس کے بعد جو سورہ دل چاہے پڑھے مگر بہتر ہے۔ کہ سورۂ توحید پڑھے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ

(اے رسول، کہدو اللہ یکتا ہے، اللہ بے نیاز ہے نہ اس سے کوئی پیدا ہوا نہ

وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ کوئی اس کا مثل و برابر ہے۔

اس کے بعد دونوں ہاتھوں کو منھ کے برابر اور ہتھیلی کو آسمان کی طرف کرے اور دعائے قنوت پڑھے اس میں جو دعا جائز ہو عربی زبان میں پڑھ سکتا ہے مگر بہتر یہ ہے۔ کہ کلمات فرج پڑھے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

بردبار اور بخشش کرنیوالا اللہ کے سوا کوئی معبود قابل پرستش نہیں، بزرگ برتر خدا

الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ

کے سوا کوئی معبود قابل پرستش نہیں جو خدا ساتوں آسمان اور ساتوں زمین اور جو چیزیں

وَرَبِّ الْاَرَضِيْنَ السَّبْعِ وَمَا فِيْهِنَّ وَمَا بَيْنَهُنَّ وَرَبِّ

ان میں ہیں سب کا پروردگار ہے، اور بہت بڑے عرش کا مالک ہے

الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اور سب تعریفیں اسی خدا کو سزاوار ہیں جو سارے جہان کا پروردگار ہے

اس کے بعد درود پڑھے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

(خدا وندا اپنی رحمت محمدؐ و آل محمدؐ پر نازل فرما)۔

پھر یہ دعا پڑھے ۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا
خداوندا ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور
عَافِنَا وَاعْفُ عَنَّا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
ہمیں عافیت دے اور مجھ سے دنیا و آخرت میں درگزر کر، بے شک تو
اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ
ہر چیز پر قادر ہے

اس کے بعد پہلی رکعت کی طرح رکوع اور سجدہ کرے اس کے بعد مرد بائیں ران پر زور دے کر اس طرح بیٹھے کہ داہنے پاؤں کی پشت بائیں پاؤں کے تلوے سے مل جائے اور دونوں پاؤں کے تلوے چوتڑ سے باہر رہیں اور دونوں ہاتھ زانو پر رکھے اور نظر دونوں پاؤں کے درمیان رکھے اور عورت دونوں گھٹنوں کو کھڑا کر کے اکڑو بیٹھے اور گھٹنوں کو زمین سے نہ اٹھائے۔ تو اس طرح بیٹھے۔ کہ زمین اور اعضاء آپس میں خوب ملے ہوئے ہوں، جب باطمینان بیٹھ چکے تو مستحب ہے کہ یہ دعا پڑھے۔
بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَخَيْرُ الْاَسْمَاءِ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ
میں خدا ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں اور خدا ہی سے مدد چاہتا ہوں اور سب اچھے نام خدا ہی کے ہیں اور ہر طرح کی تعریف خدا ہی کے لئے سزاوار ہے

تب اس طرح تشہد پڑھے

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ
میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود قابل پرستش نہیں وہ تنہا ہے کوئی اس کا
اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ
شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اسکے بندے اور اسکے رسول ہیں

اس کے بعد یہ دعا پڑھنا مستحب ہے

اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ

اُنکو خدا نے سچائی کے ساتھ قیامت کے سامنے رسول بناکر بھیجا (انکے بعد کوئی پیغمبر نہیں)

اَشْهَدُ اَنَّ رَبِّيْ نِعْمَ الرَّبُّ وَاَنَّ مُحَمَّدًا نِعْمَ الرَّسُوْلُ

بہ جنت کی خوشخبری دینے والا اور جہنم سے ڈرانے والا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک میرا

وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ

پروردگار اچھا پروردگار ہے اور بیشک محمد بہتر رسول ہیں اور بیشک قیامت آنیوالی ہے جسمیں شک نہیں

يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰنَا

اور بیشک خدا ان لوگوں کو جو قبروں میں ہیں اٹھائیگا، کل تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے جس نے

لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ

ہمیں اس کی ہدایت کی اور اگر خدا ہماری ہدایت نہ کرتا تو ہم ہدایت یافتہ نہ ہوتے خدایا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّتَقَبَّلْ

محمد اور آل محمد پر رحمت نازل کر اور ان کی سفارش انکی امت کے بارے میں

شَفَاعَتَهٗ فِيْ اُمَّتِهٖ وَارْفَعْ دَرَجَتَهٗ اَلْحَمْدُ

قبول فرما، اور ان کا درجہ بلند کر، اور کل تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے

لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

جو سارے جہان کا پالنے والا ہے

اس کے بعد اگر دو رکعتی نماز ہے تو یوں سلام کہے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ

اے نبی خدا آپ پر سلام اور خدا کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں ہم (نمازیوں) پر اور خدا

بَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ

کے نیک بندوں (انبیاء ائمہ) پر سلام ہو ہم مومنین فرشتے کاتبین اعمال پر سلام

الصّٰلِحِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اور خدا کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں اگر تین رکعتی یا چار رکعتی نماز ہو تو تشہد کے بعد مثل سابق اٹھ کھڑا ہو اور آہستہ آہستہ تین بجائے حمد[1] کے تسبیحات اربعہ پڑھے۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

میں خدا کو ہر عیب سے پاک جانتا ہوں اور کل تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے اور خدا

وَاللّٰہُ اَکْبَرُ

کے سوا کوئی معبود قابل پرستش نہیں اور خدا ہر بڑے سے برا بر رہے

اس کے بعد "استغفر اللہ" ایک مرتبہ کہے اس کے بعد مثل سابق رکوع و سجدہ اور تیسری یا چوتھی رکعت کے بعد بیٹھ جائے اور مثل سابق تشہد کے بعد سلام کہے

قبلہ جو شخص ایسی جگہ ہو کہ وہاں سے خانہ کعبہ دیکھ سکے تو اسے ٹھیک خانہ کعبہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنی چاہیے اور جو شخص ایسی جگہ نہ ہو اسے اس سمت کی طرف رخ[2] کرنا چاہیئے جدھر خانہ کعبہ ہے۔ اور یہ بات مسجدوں مسلمانوں کی قبروں اور ستاروں کے ذریعہ معلوم کرنا کافی ہے۔ مگر جب یہ معلوم ہو جائے۔ کہ یہ چیزیں خلاف بنی ہیں تو البتہ ان پر بھروسا نہیں کرسکتا۔ اور اگر کسی شخص کو یقین حاصل

[1] اور اگر سورۂ حمد، پڑھے تو بھی ہو سکتا ہے بلکہ اگر تنہا یا جماعت کے نماز پڑھتا ہے تو سورہ حمد بہتر ہے۔ اور نماز جماعت میں علی العموم تسبیحات اربعہ کا پڑھنا بہتر و مستحب ہے۔ (ذ۔ ف۔ حسن) [2] ریل اور جہاز پر بھی قبلہ رو نماز شروع کرنا لازم ہے۔ اگر معلوم ہو کہ ریل یا جہاز پھرا تو خود بھی قبلہ کی طرف پھرنا چاہیئے۔ اور اگر معلوم نہ ہو سکے تو قبلہ رو شروع کرے اور اسی طرح پڑھتا رہے۔ ۱۲۔ (ذ۔ ف۔ حسن عفی عنہ)

کرنے کا کوئی طریقہ ممکن نہ ہو تو گمان غالب بھی کافی ہے۔ اگرچہ فاسق یا کافر کے کہنے سے حاصل ہو لیکن اس حالت میں اگر نماز پڑھنے کے بعد معلوم ہو کہ قبلہ کی طرف پشت تھی تو خواہ وقت باقی ہو یا نہ ہو۔ اُسے نماز کی قضا کرنی ہوگی۔ اور اگر قبلہ داہنے یا بائیں شانے پر تھا اور وقت باقی ہو تو پھر دوبارہ پڑھ لینا چاہیئے اور اگر قبلہ سے کچھ منحرف تھا مگر دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا تو اعادہ کی ضرورت نہیں اگر کچھ نہ معلوم ہو کہ قبلہ کس طرف ہے اور وقت کافی ہو تو ایک ہی نماز کو چار دفعہ پڑھنا چاہیئے۔ اور اگر وقت کم ہے تو کسی طرف ایک نماز پڑھے۔

قرأت جس طرح اُردو زبان میں اگر اچھے لوگوں میں کوئی شخص "ش" کی جگہ "س" یا "ق" کی جگہ "ک" بولے تو غلط سمجھا جاتا ہے اور اس پر خشمگیں ہونے لگتے ہیں۔ اسی طرح عربی میں اگر کوئی شخص "ح" کی جگہ "ہ" یا "ض" کی جگہ "ز" یا "س" کی جگہ "ث" یا "ذ" کی جگہ "ظ" بولے تو یقیناً غلط اور بالکل مہمل ہو جاتا ہے۔ بلکہ بعض مقامات میں معنے اُلٹے ہو جاتے ہیں۔ اور ثواب کے بدلے عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ پس ہر شخص پر واجب ہے کہ کم سے کم اتنا ضرور سیکھ لے کہ ملتی جلتی آواز کے حرفوں میں فرق کر سکے، اگرچہ یہ ضروری نہیں کہ مخارج ذیل کی پابندی کرے بلکہ ان حروف کی آوازوں کو جس طرح عرب کے لوگ ادا کرتے ہیں دوسرے مخارج سے بھی ادا کرے تو کوئی مضائقہ نہیں مگر جس کی زبان قابو سے اس درجہ باہر ہو کہ باوجود پوری کوشش کے بھی اسے مخارج سے ادا کرنا دشوار ہو۔ تو البتہ وہ معذور ہوگا۔ اور اس سے جس طرح بن پڑے پڑھنا کافی ہوگا، مگر جن لوگوں کو ممکن ہو اور باوجود اس کے نہ سیکھیں۔ تو اُن کی نماز صحیح نہ ہوگی۔

نمبرا۔ آخر حلق متصل بسینہ دو حرفوں کا مخرج ہے۔ ء۔ ھ
نمبر۲۔ وسط حلق دو حرفوں کا مخرج ہے۔ ع ح
(یہ چھ حروف حلقی کہلاتے ہیں) نمبر۳۔ ابتدائے حلق دو حرفوں کا مخرج ہے۔ غ خ
نمبر۴۔ کنارۂ زبان اور اضراس (دواڑھ) دو حرفوں کا مخرج ہے۔ ض
ل اور ان کو حافیہ کہتے ہیں۔
نمبر۵۔ سر زبان اور سر ثنائے پائے علیا (سامنے والے اوپر کے دونوں دانت) میں حرفوں کا مخرج ہیں۔ ط۔ ت۔ د۔ مگر ط میں اطباق تفخیم بھی ہے (ان کو نطعیہ کہتے ہیں)
نمبر۶۔ سر زبان و سر ثنایائے سفلی (سامنے والے نیچے کے دونوں دانت) تین حرفوں کا مخرج ہے۔ ص۔ ز س مگر ص میں اطباق و صفیر اور س میں فقط صفیر ہے۔ (ان کو ذلقیہ کہتے ہیں)
نمبر۷۔ سر زبان و سر ثنایائے علیا دو حرفوں کا مخرج ہے، ظ۔ ذ۔ ث۔ مگر ظ میں اطباق و تفخیم اور ذ۔ ث میں ترقیق (ان کو لثویہ کہتے ہیں۔
نمبر۸۔ باطن لب و سر ثنایائے علیا دو حرفوں کا مخرج ہے، ف، ب۔
نمبر۹۔ دونوں لب کے درمیان نتھنوں کی شرکت کے ساتھ دو حرفوں کا مخرج ہے۔ و۔ م۔
نمبر۱۰۔ بیخ زبان اور تالو ق کا مخرج ہے اور ک بھی اس کے قریب ہے اس کو لہوسہ کہتے ہیں۔
نمبر۱۱۔ زبان اور تالو یہ پانچ حرفوں کا مخرج ہے۔ ج۔ ش۔ ی۔ ک ل۔ ان کو شجریہ کہتے ہیں۔

قواعد نمبر ۱۔ جب کسی حرف کا مخرج دریافت کرنا مقصود ہو تو اس حرف کو ساکن کرکے اس کے ماقبل کوئی متحرک حرف ملائیں جیسے اَب. بِہ مِن. مگر یہ قاعدہ حرف علت و۔ ا ی۔ میں جاری نہیں ہو سکتا۔

نمبر ۲۔ جب نون ساکن یا تنوین حروف تہجی کے برابر آتا ہے تو اس پر چار حکم جاری ہوتے ہیں، (ادغام، اظہار، قلب) اخفا۔

ادغام چھ حروف (جن کا مجموعہ یرملون) کے ساتھ ہوتا ہے. دیکھو۔ مَنْ يَّقُوْلُ مِنْ رَّبِّ الرَّحِيْمِ مِنْ مَّالٍ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مِنْ نَّاصِرِيْنَ۔

اظہار ظاہر کرکے پڑھنا، حروف حلقی کے ساتھ ہوتا ہے جیسے مِنْ اِلٰہٍ مَنْ هَاجَرَ اَنْعَمْتَ وَانْحَرْ مُنْخَنِقَةُ فَسَيُنْغِضُوْنَ۔

قلب میم سے بدل کر پڑھنا، حروف ب کے ساتھ جیسے۔ مِنْ م بَعْدُ

اخفا پوشیدہ کرکے پڑھنا باقی پندرہ حرفوں کے ساتھ۔

وقف لفظ کے آخر حرف کو ساکن کرکے ٹھہر جائے تاکہ بعد کے لفظ کو باطمینان شروع کرے اس کی چار قسمیں ہیں تام، کافی حسن، قبیح،

تام جس کو اپنے مابعد سے لفظاً معنےً کسی طرح کا تعلق نہ ہو۔ جیسے مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ پر وقف اِيَّاكَ نَعْبُدُ سے شروع یہاں وقف ضروری ہے

کافی جس کو اپنے مابعد سے لفظاً تعلق ہے جیسے۔ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ پر وقف اور وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ سے ابتدا یہاں وقف بہتر ہے

حسن جس کو اپنے مابعد سے لفظاً تعلق ہے جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ پر وقف اور رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سے ابتدا یہاں دونوں برابر ہے۔

قبیح جس کو اپنے بعد سے لفظاً و معناً دونوں طرح تعلق ہو۔ اور مطلب پورا سمجھ میں نہ آئے جیسے مَالِكِ پر وقف اور يَوْمِ الدِّيْنِ سے شروع

کرنا۔ یہاں وقف ناجائز ہے۔

نمبر۴۔ منجملہ وقوف کے اشمام، روم، اختلاس، اسکان ہے۔

اشمام لفظ کے آخر حرف کو ساکن کرنے کے بعد ضمہ کی بو دینا ہے۔

روم کسی ساکن کو کسرہ کی ذرا سی بو دے کر پڑھنا۔

اختلاس کسی حرف ساکن کو کسرہ کی زیادہ بو دے کر پڑھنا۔

اسکان حرف بالکل گرا دینا۔

نمبر۵۔ مد کی دو قسمیں ہیں طبعی، غیر طبعی۔

طبعی بغیر سبب کے کسی حرف کو اتنا کھینچکر پڑھنا کہ وہ حرف پورے طور پر ادا ہو جائے۔ یہ اس جگہ ہوتا ہے۔ جہاں حرف علت ساکن اور ما قبل اس کے حرکت موافق ہو یعنے الف کے ما قبل زبر، واؤ کے ما قبل پیش، یا کے ما قبل زیر۔ جیسے قالا کا الف تعالوا کا واؤ، قیل کی ی۔ اسی وجہ سے ان حروف کو مدہ کہتے ہیں۔

غیر طبعی کسی خاص سبب سے کسی حرف کو اس کے لفظ سے زیادہ بڑھاکر پڑھنا۔ اس کو فرعی، عرضی، غیر اصلی بھی کہتے ہیں۔

اس کے دو سبب ہوا کرتے ہیں۔

حرف مد کے قبل یا بعد ہمزہ ہو یا اس کے بعد حرف مشدد ہو اس کی چند صورتیں رہیں۔

نمبر۱۔ حرف علت ساکن اس کے قبل ہمزہ متحرک بحرکت موافق ہو جیسے اٰمن اوتی ایماناً اس مقام پر صرف نافع مد کو واجب جانتے ہیں۔

نمبر۲۔ حرف علت ساکن اس کے بعد ہمزہ متحرک ہو اور دونوں حرف ایک ہی لفظ میں ہوں۔ جیسے اُولٰٓئِکَ سُوْٓءَ جِیْٓءَ اس کو متصل کہتے ہیں

یہاں مد بالاتفاق واجب ہے۔

نمبر۳۔ حرف علت ساکن اس کے بعد ہمزہ اور دونوں لفظوں میں متحرک ہو اور دونوں دو لفظوں میں ہو۔ جیسے بِمَآ اُنْزِلَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا فِیْٓ اَنْفُسِہِمْ اس کو مد منفصل کہتے ہیں۔ یہاں مد بہتر ہے۔ ان دونوں مدوں میں چار الف کے برابر کھینچنا چاہیئے۔

نمبر۴۔ حرف علت ساکن کے بعد مشدد ہو جیسے وَلَا الضَّآلِّیْنَ اَتُحَآجُّوْنِّیْ یہاں بھی مد واجب ہے۔

نمبر۵۔ حرف مدہ کے بعد والے حرف پر وقف کیا جائے۔

وغیرہ یہاں ہیں الف کے برابر کھینچنا چاہیئے۔ حروف مقطعات جو اکثر سورتوں کے شروع میں آتے ہیں ان میں مد واجب ہونے کی تین شرطیں ہیں۔

نمبر۱۔ وہ حرف تین حرفوں سے مرکب ہو بیچ کا حرف ساکن ہو۔ تیسرا حرف بھی ساکن ہو۔ وہ یہ ہیں۔ ل۔ م۔ ص۔ ک۔ ق۔ ن۔ س۔ اور جن حرفوں میں نہیں ہوتا وہ یہ ہیں۔ ط۔ ح۔ ی۔ ہ۔

نمبر۲۔ خ۔ ص۔ ض۔ ط۔ ظ۔ غ۔ ق۔ یہ حروف ہمیشہ تفخیم کے ساتھ (بھری آواز سے) پڑھے جاتے ہیں۔ مگر ل، ر، کو جب زبر پیش ہو یا خود ساکن ہو اور ماقبل کو زبر یا پیش ہو۔ تو تفخیم کے ساتھ پڑھنا چاہیئے اَللّٰہُمَّ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ۔ جب ل، یا ر کو زیر ہو یا خود ساکن ہو اور ماقبل کو زبر یا پیش ہو تو ترقیق (ہلکی آواز) سے پڑھنا چاہیئے جیسے اَبْصَارِہِمْ تُنْذِرْہُمْ لِلّٰہِ بِسْمِ اللّٰہِ۔ مگر جب "ر" کے بعد حرف استعلا (ص، ط، ق، وغیرہ ہو۔ تو "ر" تفخیم ہی کے ساتھ پڑھیں گے۔ جیسے اِرْجِعُوْا لَّذِیْ ارْتَضٰی اِرْصَادًا قِرْطَاسٍ کُلِّ فِرْقَۃٍ

تنبیہ نماز کے باقی احکام اور روزہ، حج، زکوٰۃ، خمس کا ذکر دینیات کی دوسری کتاب میں تفصیل کے ساتھ ہو چکا ہے۔

جہاد اسلام کی ترقی اور شعائر ایمان کو قائم رکھنے کے واسطے جان و مال سے کوشش کرنا۔

کس وقت واجب ہے جب نبی یا امام معصوم موجود ہوں اور وہ خود یا وہ شخص جس کو جہاد کے واسطے مقرر کیا ہو حکم کیا جائے۔

کس پر واجب ہے بالغ، عاقل، آزاد مرد پر جو بہت بڈھا نہ ہو، واجب عینی نہیں، کفائی ہے۔ پس بچے، مجنوں، عورت، غلام پر واجب نہیں اور اندھے زمین گیر مریض، فقیر سے بھی ساقط ہے۔

تصریح اگر کوئی شخص کفار کے حلقہ میں رہتا ہو اور ان پر ان کا دشمن حملہ آور ہو۔ اپنی جان کے تلف کا بھی خوف ہو تو اپنی جان کی حفاظت کیواسطے کفار کے ساتھ ہو کر ان کے دشمنوں سے مقابلہ کرنا واجب ہوگا۔ مگر اس کو جہاد نہ کہیں گے بلکہ حفاظت خود اختیاری۔

تنبیہ اس زمانے میں چونکہ نہ ہمارے نبیؐ موجود ہیں نہ امام معصومین ظاہر ہیں لہذا جہاد فقط غیر واجب ہی نہیں بلکہ ناجائز ہے اسی وجہ سے تفصیلی احکام کا بیان کرنا بے کار ہے۔

بلکہ، چونکہ ایسا امن و اطمینان کا زمانہ جناب رسالتمآب کی وفات کے بعد سے اس وقت تک شیعوں کے واسطے نصیب نہیں ہوا تھا۔ کہ اپنے مذہبی فرائض کو نہایت آزادی سے برت سکیں۔ اپنے دینی ارکان فراغت سے بجا لا سکیں۔ لہذا اس حکومت کو راحت و امن سمجھنا اور اور اس سلطنت کو ایک نعمت عظمیٰ گننا اور اس کی اطاعت اور نافذ

الوقت قوانین کی پابندی کو اپنا فرض قرار دینا اور اس کی حفاظت میں کوشاں ہونا بعینہٖ اپنی جان اور دین کی حفاظت شمار کرنا چاہیئے۔

گناہان کبیرہ گناہ کبیرہ کے معنے میں اختلاف ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ کبیرہ وہ گناہ ہے جس پر خدا نے قرآن مجید میں عذاب کا وعدہ کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ جس کی شارع نے حد (سزا) مقرر کی ہے یا عذاب کا وعدہ کیا ہے بعض کا قول ہے کہ جس سے گناہ کرنے والے کے دین کی طرف سے بے اعتنائی معلوم ہو۔ اذیں قبیل اور اختلاف ہے۔ بعض سات کہتے ہیں۔ اور بعض بیس۲۰ اور بعض چونتیس۳۴ اور بعضے چالیس اور بعض اسّی کے قائل ہیں اور ان سب کا مجموعہ بیاسی تک پہنچتا ہے۔ خدا ہر دیندار کو اس سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(۱) خدا کو کسی کا شریک بنانا، تمام گناہوں سے بدتر ہے (۲) کسی مومن کا ناحق قتل کرنا، (۳) شوہردار عورت کو زنا کی تہمت لگانا (۴) ظلم وستم سے یتیم کا مال کھانا (۵) محرم (ماں بہن) وغیرہ اور شوہردار عورت سے زنا کرنا بلکہ ہر زنا (۶) جہاد سے (جو شریعت سے واجب ہو) بھاگنا۔ (۷) والدین کی نافرمانی کرنا (۸) سود لینا دینا (۹) جادو کرنا (۱۰) جھوٹی قسم کھانا (۱۱) شراب پینا (۱۲) جوا کھیلنا (۱۳) نبی یا امام سے بیعت کرکے توڑ توڑ دینا (۱۴) جن باتوں کو شریعت نے منع کیا ہے حرم مکہ میں کرنا (۱۵) خدا کی رحمت سے مایوس ہونا (۱۶) خدا کے عذاب سے بے خوف ہونا (۱۷) خرید فروخت میں کم دینا۔ زیادہ لینا (۱۸) گانا، بجانا (۱۹) لواطہ کرنا (۲۰) مجاہدین کے مال میں چوری کرنا (۲۱) مستثنیٰ مقامات کے سوا مومنین کی غیبت کرنا (۲۲) جن باتوں کا واجب ہونا قرآن سے ثابت ہو۔ ان کا ترک کرنا (۲۳) مال کا

بے جا صرف کرنا (۲۴) جھوٹ بولنا، خاص کر خدا یا رسول یا امام کی طرف جھوٹی نسبت دینا (۲۵) سور یا کتا یا مردہ جانور یا جس جانور پر وقت ذبح خدا کا نام نہ لیا گیا ہو بغیر مجبوری کھانا۔ (۲۶) سچی گواہی کا حاکم عادل کے سامنے چھپانا (۲۷) ناجائز کام میں مال کا خرچ کرنا (۲۸) کفار کے شہر سے ہجرت کر کے اسلامی شہر میں رہنے کے بعد پھر وہاں جا کر متوطن ہونا اور زمانے میں جو مقام ایسا ہو کہ کسی عالم دین سے مسائل کا سیکھنا ممکن نہ ہو وہاں رہنا بھی ایسا ہی ہے (۲۹) صغیرہ گناہوں پر اصرار کرنا (۳۰) گناہان صغیرہ کو حقیر سمجھنا (۳۱) خانہ کعبہ کو خفیف سمجھنا۔ (۳۲) ناحق کسی پر ظلم کرنا (۳۳) لہو و لعب، ستار، طنبورہ، باجہ وغیرہ میں مصروف رہنا (۳۴) رشوت دے حاکم کو جھوٹا فیصلہ کرانے کے واسطے کچھ لینا دینا (۳۵) ظلم پر ظالموں کی مدد کرنا (۳۶) چوری کرنا (۳۷) عہد کے خلاف کرنا (۳۸) قرابت داروں کے ساتھ باوجود امکان سلوک نہ کرنا (۳۹) جنات وغیرہ کو تابع کر کے امور غیب کی خبر دینا (۴۰) باوجود قدرت کے حج نہ کرنا (۴۱) نشہ دار چیز کا کھانا پینا (۴۲) کسی پر افترا بہتان کرنا۔ (۴۳) مباح پانی سے لوگوں کو روکنا (۴۴) چھٹیا سے نہ بچنا (۴۵) ایسا کام کرنا کہ ماں باپ کو گالی دلوانے کا باعث ہو (۴۶) ایسی وصیت کرنا جس سے وارثوں کو ضرر پہنچانا مقصود ہو (۴۷) خدا کے قضا و قدر کی شکایت کرنا (۴۸) خداوندی تقدیر پر اعتراض کرنا (۴۹) تکبر اور غرور کرنا (۵۰) مومنین سے مدد کرنا (۵۱) چغلی چینی عنزر کا باعث ہو (۵۲) ناحق کسی مومن کا عضو قطع کرنا (۵۳) حرام کام میں واسطہ ہونا (۵۴) بری باتوں کا حکم کرنا اور اچھی باتوں کا روکنا (۵۵) وعدہ کے خلاف کرنا (۵۶) مومنین کو گالی دینا اور ان پر لعنت کرنا اور ان کو آزار پہنچانا (۵۷) مومنین کے ساتھ بدگمانی کرنا

(۵۸) مومنین کو بیجا سرزنش کرنا (۵۹) مومنین کے پوشیدہ عیوب تلاش کرنا (۶۰) مومنین کو حقیر و ذلیل سمجھنا (۶۱) لونڈی غلام کو حق سے زیادہ سزا دینا (۶۲) اپنے لڑکے بالوں کی خبر گیری نہ کرنا۔ (۶۳) ناحق بات کی حمیت، جنبہ داری کرنا (۶۵) دین میں بدعت کرنا (۶۶) اچھی بات کے کہنے اور بُری بات کے روکنے کو ترک کرنا (۶۷) شراب کی مجلس میں بے ضرورت بیٹھنا (۶۸) بدمعنی لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا (۶۹) جھوٹی گواہی دینا (۷۰) باوجود قدرت کے لوگوں کے حقوق کو نہ دینا (۷۱) فحش بکنا (۷۲) دوزبان ہونا (۷۳) خون پینا (۷۴) زکوٰۃ واجب کا نہ دینا (۷۵) داخل نسب یا خارج نسب ہونا (اپنی قوم بدل کر دوسری بیان کرنا (۷۶) حرام چیزوں و نجاستوں کا کھانا (۷۷) بغیر عذر کے رمضان کے روزے نہ رکھنا (۷۸) مسلمانوں کو فریب دینا (۷۹) اپنی قوم یا شہر کے بُرے لوگوں کو دوسرے اچھے لوگوں سے بہتر سمجھنا (۸۰) مومنوں سے عداوت رکھنا اور اُن کو دھمکی دینا (۸۱) غیبت کا سننا (۸۲) لوگوں کو دکھانے یا سنانے کے واسطے عبادت کرنا۔

سود یہ ایسا بڑا اور کبیرہ گناہ ہے کہ خود قرآن مجید میں چند جگہ جس کی مذمت نصریحاً بیان کی گئی ہے۔ حتیٰ کہ ایک جگہ فرماتا ہے کہ ایسے لوگ اللہ اور رسول سے لڑنے کے واسطے تیار ہیں اور حدیثیں تو کثرت ہیں۔ کہ ان کا احاطہ دشوار ہے کافی میں امام جعفر صادق ع سے منقول ہے کہ سود کا ایک درہم ستر ہزار سے جو محرم (ماں، بہن وغیرہ) سے کرے زیادہ بدتر ہے۔ اور جناب امیرؑ فرماتے ہیں۔ کہ سود لینے والا۔ دینے والا لکھنے والا، گواہ سب برابر ہیں۔

سود کے معنے جو دو چیزیں تولی یا ناپی جاتی ہوں کسی معاملے میں کمی یا زیادتی کے ساتھ لینا دینا۔ پس اگر دونوں چیزیں ایک قسم کی نہ ہوں تو سو

نہ ہوگا۔ جیسے تولہ بھر چاندی دیکر دو تولے سونا لے تو بھی مضائقہ نہیں یا
ناپنے ہو تولنے کی چیز نہ ہو تو بھی کمی و زیادتی میں کوئی حرج نہیں ہے مثلاً
ایک گز کپڑا[1] دیکر بیس گز لے تو بھی کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

سود کے گناہ سے بچنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ جب معاملہ کرے
کوئی چیز اس روپئے کی خریدنے اور جب روپیہ واپس لینا چاہے تو
اسی چیز کو یا دوسری چیز کو اگرچہ نظروں میں حقیر ہو بیچ ڈالے۔

دوسرا طریقہ سو روپئے دے اور اس کی قیمت نوے روپے اور
ایک یا دو پیسے کوئی اور چیز نوٹ وغیرہ قرار دے۔ اس صورت میں اگرچہ دوسرا
مقدار کی قیمت سو روپے سے زیادہ ہو جائے مگر قسم بدل جانے سے حرمت
زائل ہو جائے گی۔

تنبیہ اس قسم کی صورتوں پر اکثر لوگ مضحکہ کرتے ہیں اور اس کو ایک
حیل اور مکاری سمجھتے ہیں ان کے جواب میں صرف اتنی ہی عرض کروں گا
کہ جس خدا نے سود کو حرام کہا ہے اسی نے اس کے گناہ سے بچنے کے طریقے
بھی بتلائے ہیں اس کے علاوہ جب ہمیں معاملہ کرنا ضروری ہے اور اسکی
صورتیں ہمارے سامنے ہیں ایک میں گناہ کا خوف ہے اور دوسرے میں
اس سے بچنے کی تدبیر ہے۔ پھر عاقل ضرور دوسرے ہی کو پسند کریگا۔

تصحیح باپ بیٹے۔ میاں بی بی، مالک غلام میں باہم کمی زیادتی کے ساتھ معاملہ
کرنا سود نہیں ہے۔ اور مسلمانوں کا کفار سے زیادہ لینا بھی سود نہیں ہے

---

[1] یہ مراد غیر مفہوم المعنے ہے اگر مراد یہ ہے کہ اگر ایک گز کپڑا دے کر اسی نوع کا ۲۰ گز لے
تو جائز نہ ہوگا۔ اس لئے کہ ناپنے کی شے میں داخل ہے۔ البتہ جو چیز ناپنے اور تولنے کی نہ
ہوں اس کی مثال ایک گھوڑے کے عوض بیس گھوڑے۔ ۲۰ کا ہے (حسن)

غیبت يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ۔ (ترجمہ)

اے ایمان دارو۔ تم لوگ بہت سے گمانوں (پر عمل کرنے) سے پرہیز کرو کیونکہ اس میں شک نہیں کہ بعض گمان گناہ ہے، اور لوگوں کے عیوب نہ ڈھونڈو اور تم میں سے ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں کا کوئی بھی یہ پسند کریگا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے اور خدا سے ڈرو بے شک خدا بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ جناب رسالتمآبؐ حضرت ابوذر سے ارشاد فرماتے ہیں۔ اے ابوذر اپنے کو غیبت سے باز رکھو۔ کیونکہ غیبت زنا سے بدتر ہے، ابوذر نے عرض کی کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یہ کیوں؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ جب آدمی زنا کے بعد توبہ کرتا ہے۔ تو خدا اُسے بخش دیتا ہے۔ مگر غیبت میں جس کی غیبت کی ہے۔ جبتک وہ نہ بخشے، بخشی نہیں جاتی ابوذر نے عرض کی یا رسول اللہؐ غیبت کیا ہے۔ آپنے فرمایا۔ کسی بندہ مومن کو اس طرح یاد کرنا۔ کہ وہ بُرا مانے۔ ابوذر نے عرض کی اگرچہ وہ بات واقعی اس میں پائی جاتی ہو۔ آپ نے فرمایا۔ اگر وہ بات اس میں پائی جاتی ہے تب پائی جاتی ہے۔ تو افترا و بہتان ہوگا۔ مومن کا فرض ہے۔ کہ جب اس کے سامنے کسی کی غیبت کیجائے۔ تو اس کو رد کر دے۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو۔ تو وہاں سے اُٹھ جائے۔

غیبت کے معنے کسی خاص مومن کی ایسی بات کا جو اس میں پائی جاتی ہو اور عیب ہو۔ اس کے پیٹھ پیچھے اسطرح ذکر کرنا کہ اگر اسکو معلوم ہو تو آزردہ ہو

پس اگر بغیر نام لئے یوں کہے کہ ایک شخص ایسا ہے یا فلاں شہر کے لوگ ایسے ہیں یا وہ بات عرفاً غیبت نہ سمجھی جاتی ہو اور وہ بُرا ماننے تو غیبت نہ ہوگی۔

تصریح غیبت زبان ہی سے نہیں پائی جاتی بلکہ اعضاء سے بھی مثلاً کسی لنگڑے کے چلنے کی یا کسی کے بات کرنے یا کپڑے پہننے کی نقل کرنا بھی غیبت ہے

کن مقامات پر غیبت جائز اگر کسی شخص پر ظلم کیا گیا ہو تو مظلوم اسکے ظلم کی داستان کو ایسے شخص کے سامنے جو اس کے ظلم کا دفعیہ کر سکے بیان کر سکتا ہے۔ اور دوسرا سُن سکتا ہے۔ نمبر۲۔ جب کوئی شخص کسی کے بارے میں کسی معاملے (نکاح، قرض وغیرہ) کی غرض سے مشورہ دینے والا اس کے واقعی حالات غیبت ہوں یا نہیں بیان کر سکتا ہے۔ نمبر۳ اہل بدعت کی بدعت کا بیان کرنا مثلاً کوئی شخص مجمع یا وعظ میں خلق خدا کو باطل یا جھوٹے مضامین سے فریب دیتا ہو یا دینی ضرر پہونچاتا ہو یا جھوٹا دعوے کرتا ہو تو اس کی رد کر دینا خصوصاً علماء پر ضروری ہے۔ نمبر۴ اگر کوئی شخص کسی صفت میں مشہور ہو یا اسی صفت سے پکارا جاتا ہو مگر اس حالت میں ایسے الفاظ ادا کرے کہ اسے بُرا نہ معلوم ہو۔ نمبر۵۔ جب کوئی کسی گناہ کو علانیہ کھلے خزانے کرتا ہو تو اس شخص کے اس عیب کا بیان کرنا غیبت نہیں ہے۔

غیبت کا کفارہ توبہ کرے اور جس کی غیبت کی ہو اُس سے معاف کرائے اور اگر وہ مر گیا ہو تو اس کے لئے خدا سے بخشش کی دعا کرے۔

والدین کی اطاعت ماں باپ کے احترام، خدمت گزاری، اطاعت کا خیال رکھنا دین اسلام کے اعلیٰ فرائض سے ہے ان کا راضی رکھنا بہت بڑی عبادت ہے ان کی نافرمانی ان کو اپنے سے آزردہ رکھنا گناہ کبیرہ ہے خود خداوند عالم نے قرآن مجید میں ان کے ساتھ حسن سلوک اور نیکی کرنے کی

تاکید کی ہے - ایک جگہ فرماتا ہے - کہ ان کے جواب میں اگرچہ وہ کیسی ہی سختی کریں اُف تک نہ کہو - ایک حدیث میں ہے کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی یہ ہے کہ تو ان کو اس کی بھی تکلیف نہ دے کہ ان کو کسی چیز کے مانگنے کی ضرورت پڑے ان کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرو - ان کے آگے ہو کر مت چلو تیز نگاہ سے ان کو نہ دیکھو اگر وہ تمہیں ماریں تو تم اُن کی بخشش کی دعا کرو - ان کے سامنے عاجز اور ذلیل کی طرح بیٹھو - اگر وہ تم کو تنگ کریں تو اف تک زبان سے نہ کہو - اگر ماں باپ کافر ہوں اور تم سے کافر ہو جانے کو کہیں تو ان کا یہ حکم نہ مانو - مگر دنیا میں ان کے ساتھ سلوک کرو، پکارنے میں اُن کا نام نہ لو کسی جگہ ان سے پہلے نہ بیٹھو، ایسا کام نہ کرو جس سے ان پر گالیاں پڑیں - اگر وہ مر گئے ہوں - تو اُن کے لئے نمازیں پڑھو، روزے رکھو، ان کی طرف سے حج کرو، اس صورت میں اگر زندگی میں نافرمان تھا تو پھر مطیع شمار کیا جائیگا - ان کی پیری کی ایک شبانہ روز کی خدمت گذاری اس ایک سال کے جہاد سے جو راہ خدا میں ہو، بہتر ہے - اگر ماں باپ غلام ہوں تو اُن کو خرید کر آزاد کرو، مقروض ہوں تو ان کے قرضے کو ادا کرو، ان کے مصارف کے متحمل ہو - جو ان کی طرف غصے کی نگاہ سے دیکھتا ہے - اس کی نماز قبول نہیں ان کی مدارات کرو - ان پر مہربانی کی نظر عبادت ہے۔

حکایت لطیف بنی اسرائیل میں ایک عابد جریج نامی تھا - اور برابر اپنی عبادت گاہ میں عبادت کرتا تھا، ایک دن اس کی ماں آئی اور اس کو پکارا مگر چونکہ نماز میں مشغول تھا جواب نہ دے سکا وہ واپس گئی اور پھر دوبارہ آئی اور پھر نماز میں مشغول ہونے کی وجہ سے جواب نہ دے سکا - پھر تیسری مرتبہ آئی اور پکارا اُس نے جواب نہ دیا - اور نماز پڑھنے لگا - اس کی ماں نے غصہ

ہیں کہاکہ میں خدا سے چاہتی ہوں۔ کہ اس گناہ کا اس سے مواخذہ کرے دوسرے دن ایک زناکار عورت اس کے عبادت خانہ کے پاس آکر بیٹھی اور ایک لڑکا جنی اور بالاعلان کہنے لگی کہ جریح نے مجھ سے زنا کی اور یہ بچہ اسی کے نطفہ کا ہے۔ اس کا تمام بنی اسرائیل میں چرچا ہوا۔ اور لوگ اس پر طعنہ زنی کرنے لگے کہ خود را فضیحت دیگرے را نصیحت لوگوں کو زنا سے منع کرتا تھا اور خود اس کا مرتکب ہوا۔ یہاں تک کہ شدہ شدہ یہ خبر بادشاہ تک پہنچی اور اس نے جریح کے سولی دینے کا حکم دیا۔ جب یہ حال جریح کی ماں کو معلوم ہوا تو روتی پیٹتی اس کے سامنے آئی۔ جریح نے یہ دیکھکر کہا کہ ماں چپ رہو۔ کہ یہ بلا تمہاری بددعا کی بلائی ہوئی ہے۔ جب لوگوں نے سُنا تو اس واقعہ کی تفتیش کی اور جریح نے ساری داستان کہہ سنائی لوگوں نے کہا کہ آخر تمہاری سچائی کا کچھ ثبوت بھی ہے۔ جریح بولا ہاں اس لڑکے کو لے آؤ۔ جب اس لڑکے کو لائے تو جریح نے پوچھا تو کس کا لڑکا ہے خدا کے حکم سے وہ لڑکا بول اُٹھا۔ کہ میں فلاں شخص کا لڑکا ہوں جو فلانے شخص کی بکریاں چراتا ہے۔ غرض عابد نے سولی سے رہائی پائی اور قسم کھائی کہ جبتک زندہ ہوں ماں کی خدمت کروں گا۔ اور اس سے جدا نہ ہوں گا۔

جھوٹ | جھوٹ ایک ایسی بُری چیز ہے کہ اس کی بُرائی میں اگر بالکل کمسن بچے سے یا کسی لامذہب آدمی سے بھی پوچھا جائے تو بھی یقیناً اُس کو برا کہیگا صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ کہ جھوٹ گناہ کبیرہ ہے۔ جابجا قرآن مجید میں اس کی بُرائی مذکور ہے۔ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔ تو ہر شخص کی زبان زد ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جھوٹ ایمان کو خراب کرتا ہے حضرت عیسیٰ سے منقول ہے کہ جو شخص زیادہ جھوٹ بولتا ہے اس کی حسن و خوبی برطرف ہو جاتی

ہے۔ اور جو زیادہ جھوٹ بولتا ہے۔

خدا اس کو فراموشی میں مبتلا کرتا ہے تاکہ لوگوں کی ——————

نظروں میں ذلیل و رسوا ہو۔ شاید اسی وجہ سے دروغ گو را حافظہ نباشد مشہور ہے ہنسی مذاق میں جھوٹ بولنا جائز نہیں۔ ہاں اتفاقاً چند مقامات پر جھوٹ بولنا جائز ہے بلکہ کبھی واجب ہے۔

(۱) جب سچ بولنے میں کسی مومن کے ناحق قتل ہو جانے کا خوف ہو۔ اور جھوٹ بولنے سے نجات ہو جائے تو جھوٹ بولنا جائز بلکہ واجب ہے مگر بہتر یہ ہے۔ کہ ایسے مقام پر توریہ کرے یعنے ایسے الفاظ میں مطلب کو ادا کرے کہ کام بھی نکلے۔ اور خلاف بھی نہ ہو۔ مثلاً جب کسی کا مال تمہارے پاس امانت ہو۔ اور کوئی حاکم ظالم یہ لینا چاہتا ہو۔ اور تم سے دریافت کیا جائے تو یوں کہو۔ کہ میرے پاس نہیں ہے اور تم اس خیال سے کہو کہ میری جیب یا کمر میں نہیں ہے اور وہ یہ سمجھے۔ کہ تمہارا قبضہ نہیں ہے۔

(۲) جب دو لوگوں کی رنجش اور کشیدگی کا دفع کرنا مقصود اور دونوں میں میل جول کرانا چاہیے تو ایک طرف سے جھوٹ موٹ ایسی باتیں، دوسرے سے کہہ سکتا ہے جن سے باہم ملاپ ہو جائے۔

(۳) تقیۃً جب کسی جگہ ہو کہ اپنے مذہب کے اظہار سے جان یا آبرو کا خوف ہو اور اس کے دفعیہ کی کوئی تدبیر بھی نہ کر سکتا ہو۔

جھوٹے مضمون کا پڑھنا یا سننا بھی اچھا نہیں ہے خصوصاً جس میں کسی معصوم یا ولی خدا کی توہین یا اس پر افترا و بہتان یا کفار کی مدح ہو ہرگز نہ پڑھنا چاہیئے شعر میں کسی خاص صفت میں کسی شخص کو کسی نبی پر فوقیت دینا جائز ہے جیسے حسن میں حضرت یوسفؑ سے۔

زنا کی مذمت زنا کی برائی سے بھی غالباً کوئی انکار نہ کرے، خود خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّهٗ کَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِیْلًا۔ زنا کے پاس نہ جاؤ یہ یقیناً بدکاری اور برا طریقہ ہے ایک حدیث میں ہے۔ کہ قیامت کے دن عذاب میں سب سے بدتر وہ شخص ہوگا جو ایسے نطفے کو رحم میں جگہ دے جو اس پر حرام ہو۔ دوسری حدیث میں ہے زنا روزی کو وین کو برطرف دین کو باطل کرتا ہے زانی چھ قسم کے عذاب میں مبتلا ہوتا ہے تین دنیا کے تین آخرت کے دنیا میں۔ چہرے کی رونق زائل ہو جاتی ہے مفلسی رنگ جاتی ہے، موت کو قریب بلاتی ہے۔ آخرت میں خدا کے حساب کی پشخاری جہنم کی ہمیشگی حضرت رسول فرماتے ہیں۔ جب میری امت میں زنا زیادہ ہوگا تو ناگہانی موتیں زیادہ ہو گی، (غالباً اس زمانے کی طرف اشارہ ہو) حضرت یعقوبؑ اپنے صاحبزادوں سے نصیحتؑ فرمایا کرتے تھے۔ کہ زنا کے پاس کبھی نہ پھٹکنا کیونکہ اگر مرغ بھی زنا کرتا ہے تو اس کے پر گر جاتے ہیں۔ جب حواریین نے حضرت عیسٰی سے ہدایت کی خواہش کی ہے تو آپ نے فرمایا کہ حضرت موسٰی نے فرمایا تھا کہ جھوٹی قسم نہ کھایا کرو اور میں کہتا ہوں کہ قسم ہی نہ کھاؤ۔ خواہ وہ جھوٹی ہو یا سچی۔ حضرت موسٰیؑ نے کہا تھا۔ زنا نہ کیا کرو۔ اور میں کہتا ہوں کہ اس کا خیال بھی دل میں نہ لاؤ کیونکہ جو شخص زنا کا خیال کرتا ہے۔ اس کی مثل ایسی ہے کہ جیسے کوئی سنہرے مکان میں آگ سلگا دے اور اس کا دھواں پھیلے تو اگرچہ گھر نہ جلے گا مگر دھواں اس کے نقش و نگار کو ضرور خراب کر دے گا حضرت موسٰی کا قول ہے۔ کہ دوسروں کی عورتوں سے پرہیز کرو اور عفت کے ساتھ پیش آؤ۔ کہ تمہاری عورتیں محفوظ اور باعصمت رہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے ہمسائے کے گھر پر نظر ڈالے اور اس کی نگاہ مرد کے آگے

پہنچے یا کسی عورت کے گیسو یا بدن پر پڑے۔ تو اس کا حشر منافقین کے ساتھ ہوگا۔ اور جب تک رسوا نہ ہولے گا دنیا نہ اٹھے گا۔ نامحرم عورت سے بوسہ وکنار، خوش طبعی، مذاق، اس کو بری نیت سے آنکھ بھر کے دیکھنا بھی قطعی حرام ہے۔ اسی طرح عورت پر بھی، دونوں کا گناہ مجبور کرنے والے کو ہوگا۔ شوہر دار عورت سے زناہ کرنا۔ اور بھی بدتر ہے۔ اس قسم کی زنا کی دنیادی واخروی دونوں سزائیں بہت سخت ہیں۔ دنیا میں سنگساری اور رسوائی ہے اور آخرت میں وہ عذاب ہوگا۔ کہ بیان کرنے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ قلم کی قوت سے باہر ہے خدا ہر شخص کو اس سے محفوظ رکھے

تنبیہ ان تمام باتوں سے محفوظ رہنے کا ذریعہ اپنے اعضا خصوصاً آنکھ کو اپنے قابو میں رکھنا ہے کیونکہ اسی سے اکثر گناہوں کا خیال دل میں پیدا ہوتا ہے اور نفسانی خواہشوں کا زور بڑھتا ہے۔ اسی وجہ سے شریعت نے نامحرم کی طرف نظر کرنا بھی حرام قطعی قرار دیا ہے، ایک حدیث میں ہے کہ بری نیت سے دیکھنا یا ناجائز طور پر بوسہ لینا یا نامحرم کے کسی عضو کا چھونا بھی ایک قسم کا زنا ہے۔

لواطہ اور سحق یہ دونوں کام تو اس قدر بیہودہ اور شرمناک اور خلاف فطرت ہیں۔ کہ ان کی مذمت لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ایک سمجھدار آدمی کے واسطے یہی کافی ہے۔ کہ اس کا گناہ زنا سے کہیں زیادہ ہے۔ یہی کیا کم ہے کہ لواطہ کی وجہ سے ایک امت کو خداوند عالم نے تباہ وبرباد کردیا اور زنا کی وجہ سے کسی پر عذاب نازل نہیں ہوا۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص لڑکے سے

اغلام کرتا ہے اسے دنیا کا پانی پاک نہیں کرتا۔ اور قیامت کے دن جب وہ اپنی قبر سے برآمد ہوگا۔ تو جنب نکلے گا۔ خدا باوجود الرحم الراحمین ہونے کے اس پر غضبناک ہوگا۔ اور اس پر لعنت کرے گا۔ اور اسکے واسطے جہنم کو دہکا کر تیار کر رکھے گا۔ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں۔ کہ خداوند عالم نے اپنے عزت وجلال کی قسم کھائی ہے۔ کہ جو شخص مردوں کے ساتھ لواطہ کرے گا وہ ہرگز استبرق اور بہشت کے ریشمی کپڑے پر نہیں بیٹھ سکتا۔

سحق کے بارے میں ایک حدیث پر نظر ڈالنی کافی ہوگی۔ جب قیامت آئے گی تو جن عورتوں نے سحق کیا ہے۔ ان کو عذاب کے فرشتے حشر کے میدان میں اس طرح گھسیٹتے ہوئے لائیں گے۔ کہ سر سے پاؤں تک آگ کے کپڑے ان کے بدن میں ہوں گے۔ آگ ہی کی چادر ہوگی، آگ ہی کا کرتہ اس کے بعد آگ ہی کے نیزے اُن کے پیٹ میں گھسیڑ کر اُن کو جہنم میں پھینک دیں گے

ظلم، چوری، خیانت، غضب

یہ سب کام بھی ایسے ہیں کہ جن کے بڑائی میں کسی کو شک نہیں۔ مختصراً چند حدیثیں اس کے متعلق بیان کرتا ہوں۔ خدا کے بندوں پر ظلم کرنا ایک بڑا سخت گناہ ہے اور کسی مومن کو قتل کرنا یا اس کا مال چھین لینا یا اسے تکلیف پہنچانا۔ اس کی آبروریزی کرنا ایسا گناہ ہے۔ کہ جب تک مظلوم معاف نہ کرے خدا اس سے درگذر نہیں کر سکتا۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں۔ کہ ظلم سے پرہیز کرو۔ کیونکہ قیامت میں تاریکی کا باعث ہوگا امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ جو شخص کسی پر ظلم کرتا ہے تو خداوند عالم اس کے ظلم کی وجہ سے خود اس کے مال یا اولاد کو بلا میں مبتلا کرتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے۔ کہ تین گناہوں کی سزا دنیا میں بہت جلد ملتی ہے والدین کی نافرمانی خلق خدا پر ظلم کرنا خدا کی نعمت کا کفران، مظلوم کی بد دعا ظالم کے بارے

میں بہت جلد قبول ہوتی ہے، ظالم جتنا مال مظلوم کا لیتا ہے، اُس سے زیادہ اپنا دینی نقصان کرتا ہے۔ جب مومن مار ڈالا جاتا ہے تو سب گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور اس کے سب گناہ قاتل کی گردن پر آجاتے ہیں جب کوئی مومن کو ناحق طمانچہ مارتا ہے۔ یا کوئی بُری بات اس کے ساتھ کرتا ہے۔ تو جب تک اس کو راضی اور توبہ استغفار نہ کرے فرشتے اس پر لعنت کیا کرتے ہیں۔ جو شخص کسی مومن کو اپنی حکومت، اور قوت کی ایذا پہنچانے کی غرض سے دھمکی دے تو اس کی جگہ جہنم میں ہوگی اور اگر دھمکی بھی دے اور اذیت بھی پہنچائے۔ تو اس کا حشر فرعون کے ساتھ ہوگا، جو شخص کسی مومن کو ایذا پہنچانے میں ایک آدھ بات بھی کہے۔ جب بھی وہ قیامت میں اپنی قبر سے اٹھے گا۔ تو اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا۔ کہ یہ ہماری رحمت سے ناامید ہے جو شخص کسی مومن کو ذلیل کرے گا تو خداوند عالم فرماتا ہے کہ اس نے گویا مجھ سے جنگ کی جو شخص کسی مومن کے مال پر ناجائز تصرف کرے تو جب تک توبہ نہ کرے اور مال کو مالک کے پاس نہ پہنچا وے خدا اُس سے اپنی رحمت کو پھیر لیتا ہے۔ اس کے اعمال کو برا سمجھتا ہے اُس کے اچھے کام کا بھی ثواب عطا نہیں فرماتا جو شخص کسی مسلمان کا حق ناحق روکے رہے خدا اس کی روزی میں برکت نہیں دیتا۔ جب چار چیزیں گھر میں آتی ہیں تو وہ گھر آباد نہیں ہوتا خیانت چوری، شراب، زنا،

شراب یہ تو کھلی ہوئی بات ہے۔ کہ خداوند عالم نے عقل کی سی کوئی دوسری نعمت انسان کو عطا نہیں فرمائی ہے کہ اسی کی بدولت اشرف المخلوقات کہلایا اور فرشتوں سے بھی دو چار قدم آگے بڑھ گیا، غصہ اور خواہش اس کے دو بڑے حریف ہیں اور اسی بدن سلطنت میں ڈھائی اینٹ کی مسجد بنائے

ہوتے ہیں اور عقل کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ اور یہ کمبخت جس کا نام شراب ہے ان دونوں حریفوں کو اور شہ دیتی ہے اور دیوانہ را ہوئے بس است اس کی مدد سے عقل کو اور دباتے ہیں اور انسان انسانیت سے باہر ہو جاتا ہے اس کے علاوہ اسی شراب کی بدولت بہت سی بیماریاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں، کاٹنا اس سے ستاتا ہے۔ ذاک اس سے لگ جاتی ہے، ورم جگر اس سے ہوتا ہے۔ ان ہی وجوہ سے حکمت اخلاق اور حکمت ناموس دونوں کا اس پر اتفاق ہے کہ اسے منھ نہ لگانا چاہیئے۔ کیونکہ یہ رذیل چیز عقل پر مسلط ہو جاتی ہے، ان ہی امور پر نظر کر کے خداوند عالم نے بھی اسکو قطعی حرام کر دیا۔ دوسرے پارہ سورۂ بقر میں ارشاد فرماتا ہے کہ اے رسولؐ تم سے لوگ شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں تو تم ان سے کہدو۔ کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے۔ اور کچھ فائدہ بھی ہے فائدے سے ان کا گناہ بڑھ کے ہے[1] اور اس کی مذمت میں حدیثیں تو اس کثرت سے ہیں کہ انکی گنتی دشوار ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ شراب پینا سب سے بدتر گناہ ہے۔ جو شخص ایک گھونٹ شراب پیتا ہے اُس پر خود خدا فرشتے اور انبیاء لعنت کرتے ہیں خود جناب رسالتمآبؐ نے شراب اور اس کے بیچنے والے، بنانے والے اور بنوانے والے، اُٹھانے والے پر لعنت کی ہے۔ اور امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ جو شخص شراب یا کوئی نشہ کی چیز پیتا ہے، چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی اور اگر چالیس دن کے اندر مر جائے تو اس کی موت کفر کی موت

[1] دوسری جگہ قرآن میں بیان ہے کہ شراب اور جوا ناپاک شیطانی افعال ہیں ان سے بچتے رہو۔ ۱۲ منہ

ہوگی ہاں اگر توبہ کرلے قبول فرماتا ہے۔ حضرت رسول سے منقول ہے کہ کہ خدا کی قسم جو شخص کوئی نشہ کی چیز استعمال کرتا ہے۔ میں اس کی شفاعت نہ کروں گا اور حوض کوثر پر نہ آنے پائے گا۔ اور دائم الخمر جب خدا سے ملاقات کرے گا تو کفر کی حالت میں۔ ایک حدیث میں شراب خوار کو بت پرست فرماتا ہے۔

تصریح:۔ تاڑی اور دیسی شراب کا بھی یہی حکم ہے۔

گانا، بجانا موسیقی کے قاعدے سے ہر آواز تو اگرچہ ایک لکڑی کو دوسری لکڑی کے ساتھ رگڑنے سے پیدا ہو غنا کہتے ہیں کیونکہ وہ کسی سُر میں ضرور داخل ہے اسی بنا پر اگر غنا کی تمام قسمیں حرام کر دی جاتیں تو آدمی کا بولنا دشوار ہو جاتا اور تکلیف مالایطاق لازم آتی اور چونکہ اس میں عقلاً اور حکمتاً بھی بہت سی خرابیاں تھیں اور خداوند عالم کو اپنی خاص رحمت سے اپنے بندوں کو اس سے بچانا بھی مقصود تھا۔ اس لئے اس نے اس کی ایک خاص حد مقرر کر دی ہے اور اس سے بچنے کا ایک آسان طریقہ تعلیم کر دیا جس کے سمجھنے کے بعد اس کی ہرگز ضرورت نہیں رہتی کہ کوئی شخص فن موسیقی کو سیکھے تب اُسے معلوم ہو کہ کس کو غنا کہتے ہیں، بلکہ ہر شخص معمولی عقل والا بھی نہایت آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ کہ شریعت نے کس غنا کو حرام بنایا ہے۔ اور وہ یہ ہے غنا (گانا) وہ ہے۔ کہ جس میں آواز کا گھٹاؤ بڑھاؤ گٹکری کے ساتھ ہو، یا جس کو عام لوگ گانا کہیں خوش آیند ہو۔ یا نہ ہو۔

تنبیہ غنا کی حرمت کسی چیز کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ جس میں پائی جائے وہ حرام ہوگا۔ قرآن ہو یا مرثیہ، اذان ہو یا قصیدہ، نماز ہو یا دعا خود گائے یا متوجہ ہو کر سنے، ہاں اگر کہیں رستہ ہو یا راستہ چلتے وقت بغیر قصد اس کے

کانوں میں گانے کی آواز پہنچے تو اس پر کوئی الزام نہیں، اسی وجہ سے یہ مثل مشہور ہے سرود ہمسایہ جائز ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ خوب جی لگا کر سنے اور پھر گناہ نہ ہو اس کی حرمت قرآن مجید سے بھی ثابت ہے چنا امام جعفر صادق نے فَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْرِ (قول زور سے بچو) کے بارے میں فرمایا ہے کہ قول زور سے مراد غنا ہے اور عربی کے لغت میں زور کے معنے غنا کے ہیں۔ اور اردو محاورہ میں اگرچہ اس کے معنے کچھ اور ہی لئے جاتے ہیں۔ مگر یہ نہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ جو لفظ ہمارے محاورہ میں جس معنی میں بولا جاتا ہے اسی معنی میں عرب میں بھی بولا جاتا ہے۔ اور حدیثیں۔ تو اس کی مذمت میں کثرت سے ہیں کہ ان کا شمار دشوار ہے چنانچہ امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ جس گھر میں گانا ہوتا ہو۔ وہ گھر دردناک بلاؤں کے نازل ہونے سے محفوظ رہتا ہے نہ وہاں دعا قبول ہوتی ہے نہ رحمت کے فرشتے نازل ہوتے ہیں ایک حدیث میں ہے۔ کہ جس طرح پانی سے سبزہ اگتا ہے۔ اسی طرح گانے سے نفاق اگتا ہے۔ دوسری حدیث میں یہ ہے۔ کہ گانے والی عورت ملعونہ ہے۔ اور اس کا کسب کھانیوالا ملعون ہے۔

تصریح گانے بجانے کی علم چیزوں، طبلہ، سارنگی، طنبورہ، ڈھول، بانسری شہنائی وغیرہ کا، استعمال یا ان کا سننا حرام ہے اور تمام علماء کا ان کی حرمت پر اتفاق و اجماع ہے۔ خواہ کسی غرض سے بجایا جائے۔ عید ہو یا محرم شادی ہو یا غم، بلکہ علامہ مجلسی رہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان چیزوں کا استعمال غنا سے بھی بدتر ہے۔ اور ان کی مذمت میں بھی حدیثیں کثرت سے وارد ہیں۔ چنانچہ ایک صحیح حدیث میں ہے۔ کہ جس کے گھر میں ۴۰ دن طنبورہ رہے وہ یقیناً غضب خدا کا مستحق ہو گیا۔ رنڈیوں کا گانا سننے میں غنا کے گناہ کے علاوہ ان کی آواز سننا اور ان کی صورت دیکھنے کا بھی گناہ ہے۔ بعض علما

نے دلہن کے پاس بیٹھکر عورتوں کے گانے کو جائز لکھا ہے۔ بشرطیکہ، ڈھولک وغیرہ کے ساتھ نہ ہو اور اجنبی مرد کے کانوں تک اُن کی آواز نہ پہنچے اور کوئی باطل چیز نہ گائیں۔"

جوا کھیلنا ہر کھیل کو جس میں بازی ہو جوا کہتے ہیں، خواہ اس میں لین دین ہو۔ یا نہیں اور اس کی حرمت خود قرآن میں بھی جابجا مذکور ہے۔ ایک آیت شراب کے بارے میں گزر چکی اسی میں جوے کی بھی تصریحی ممانعت ہے حدیثیں اس کی مذمت میں کثرت سے ہیں۔ اکثر حدیثوں میں عام جوے کا ذکر ہے بعض میں خاص خاص چیزوں کا بھی ذکر ہے چنانچہ امام جعفر صادق ع سے کسی نے شطرنج کے بارے میں پوچھا۔ تو آپنے فرمایا۔ کہ یہ مجوسیت ہے خدا اس پر لعنت کرے اس کو ان ہی لوگوں کے واسطے چھوڑ دو۔ دوسری حدیث میں شطرنج بیچنا اور اس کی قیمت لینا حرام ہے۔ اُس کی حفاظت کفر ہے اس کا کھیلنا شرک ہے اس کے کھیلنے والے کو سلام کرنا گناہ ہے۔ اس کا چھونا، سور کا گوشت چھونا ہے۔ اس کو دیکھنا اپنی ماں کے مقام پیشاب کو دیکھنا ہے۔ جو اسکی صحبت میں بیٹھے اپنی جگہ جہنم میں تیار سمجھ لے۔

شطرنج گھوڑ دوڑ[1]، تیراندازی میں بازی لگانا جائز ہے۔ اس کے علاوہ تمام چیزوں تاش، گنجیفہ، چومرد چیزہ کا حکم شطرنج کا ہے۔

شکار شکار کی پندرہ قسمیں ہیں، ایک واجب، سات حرام ایک سنت، چھ مکروہ۔

واجب جب شکار کرنے والے کی روزی اس پر موقوف ہو۔ کہ اگر شکار نہ

[1] بشرطیکہ خود اپنے اپنے گھوڑے ہوں اور خود ہی دونوں مالک سوار ہوں کی تیر اندازی بھی خود ہی دونوں شخص کریں۔ ۱۲ (آقا حسن علی عفی عنہ)

کرے گا تو وہ خود یا اس کے لڑکے بالے بھوکے رہیں گے ۔

حرام (۱) غصبی ہتھیار (تلوار، نیزہ، تیر، جال وغیرہ) سے شکار کرنا، اگرچہ ایسی صورت میں اس جانور کا گوشت حرام نہیں ہو جائے گا، مگر خاص اس فعل کا گناہ ضرور ہو گا۔ (۲) ایسے ہتھیار سے شکار کرنا جو شکار سے بڑا ہو (اس کو بعض علما مکروہ جانتے ہیں) (۳) دوسرے کے گھر میں بغیر اجازت شکار کرنا۔ (۴) شکاری کتے، تیر، نیزہ، تلوار، چھری کے علاوہ کسی ایسی چیز سے شکار کرنا جس میں باڑھ نہ ہو، پس باز، بہری بندوق، غلیل، پتھر وغیرہ سے شکار کرنے میں بغیر باقاعدہ ذبح کئے جانور حرام ہوے گا۔ (۵) کافر، خارجی، دیوانہ، غیر ممیز لڑکے کا شکار (۶) حالت احرام میں (۷) حرم مکہ ومدینہ میں۔

سنت جب شکار کرنے والے کی روزی اس پر موقوف نہ ہو۔ اسو جہ سے بفراغت کر سکے۔

مکروہ مجوسی کے تعلیم کئے ہوئے کتے سے، سیاہ کتے سے، رات کو جانوروں کے نیچے ان کے آشیانوں سے نکالنا جمعہ کے دن مچھلی کا شکار کرنا، جو جانور حرم مکہ کی طرف جاتا ہو۔

شکار کی شرطیں شکاری کتے کی اتنی تعلیم ہو۔ کہ وہ پورا قابو میں ہو جائے۔ کہ جب شکار پر چھوڑیں تو وہ فوراً دوڑ جائے اور جب روکدیں تو فوراً ٹھہر جائے کتا شکار کو زخمی کر دینے کے سوا کھانہ جایا کرتا ہو۔ شکار کرنے والا مسلمان ہو مرد ہو، یا عورت، کتے کو چھوڑتے، تیر یا نیزہ لگانے کے وقت بسم اللہ یا سبحان اللہ یا اللہ اکبر کہے شکار کے قصد سے ہتھیار کو استعمال کرے، جنس شکار کو پیش نظر کرکے بالقصد شکار پر حملہ کرے کہ اسی زخم کی وجہ سے

مرجائے زندہ شکار سامنے سے غائب نہ ہو جائے جب شکار کو زندہ پائے اور ذبح کر سکے تو ضرور ذبح کر دے۔ ایسا شکار ہو کہ اپنی حفاظت آپ کر سکتا ہو۔

نقض ذبح اگر یہ سب شرطیں پائی جائیں تو بغیر ذبح کئے ہوئے وہ جانور حلال ہو گا۔ ورنہ تا وقتیکہ باقاعدہ ذبح ذکر یگا حرام ہو گا، جس جگہ کتے نے دانت لگایا ہوا اس کو پاک کر لینا ضروری ہے کسی شخص کا تنہا شکار کرنا شرط نہیں ہے بلکہ یہ جائز ہے کہ چند آدمی ملکر شکار کریں۔

حلال حرام جانور چالیس قسموں کے جانور ہیں۔ چھ حلال، بتیس حرام چودہ مکروہ۔

حلال جانور اونٹ (چھوٹا بڑا نر مادہ) گائے (نر مادہ نر اہلی، صحرائی، بجنس نیل گاؤ وغیرہ) گوسفند (بکرا، مینڈھا، اہلی، صحرائی، ہرن، گورخر) پرند (جن میں چار نہ باتیں پائی جاتی ہوں، اڑنے میں صف کی بہ نسبت دف زیادہ ہو، نوکیلے چالا ہو، سنگدانہ والا ہو، پاؤں میں خار ہو جیسے کبوتر، تیتر، دراج لوا چڑیا، مرغ خانگی صحرائی، کاز، کلنگ وغیرہ) فلس دار مچھلی۔

حرام جانور کتا خشکی یا دریائی گیدڑ وغیرہ، سور خشکی کا ہو یا دریائی، بلی خانگی ہو یا صحرائی، درندہ جانور (جیسے شیر، بھیڑیا وغیرہ) چوہا خانگی یا صحرائی، مسخ کئے ہوئے جانور (خرگوش، چمگادڑ، بندر، سور، مار، ماہی، سوس، چوہا، بچھو، ریچھ، چھپکلی، بھیڑ، مور، ساہی مکڑی، جوں، مچھر، کچھوا، جز، سنجاف، مور جنگ جن کے بالوں کے بہت قیمتی کپڑے بنتے ہیں حشرات الارض، چیونٹی، مکھی، کیچوے، سانپ وغیرہ) فضلہ خوار جانور جب اس کی پوری یا زیادہ غذا فضلہ ہو اور اگر اتفاقاً کھا لیتا ہو تو اس کا اعتبار نہیں۔

تنبیہ۔ ایسے جانور کو جب ایک خاص مدت تک بند کر کے پاک غذائیں کھلائیں تو حلال ہو جاتا ہے۔ اونٹ ۴۰ روز، گائے ایک ہفتہ، بکری ۱۰ روز، بط مرغابی وغیرہ ۵ روز، خانگی مرغ ۳ روز، جو حلال جانور سور کا دودھ اتنے دن پیے کہ اس سے گوشت پیدا ہو یا ہڈی مضبوط ہو۔ اور اس کے بچے بھی جس حلال جانور کے ساتھ آدمی نے فعل بد کیا ہو وہ اس کی تمام نسل بھی حرام ہو جاتی ہے۔

تصریح: ایسے جانور کو ذبح کرنے کے بعد جلا دینا چاہیے۔ جو پرند چنگل گیر، جیسے باز، بہری، شاہین وغیرہ، کوا ابقع قسم کا، جو مرغ تیر کا نشانہ بنایا اور بغیر باقاعدہ ذبح کئے مرجائے، بے چھلکے کی مچھلی یا چھلکے دار ہو اور پانی ہی میں مرجائے، کیکڑا، کچھوا، حلال گوشت حرام کے ساتھ پکانے سے، آدمی اور اس کے تمام اعضاء، گکنڈ (ایک جانور ہے جو ریت میں گھس جاتا ہے)۔

تصریح: حرام جانور کا انڈا حرام ہے اور حلال جانور کا حلال جب مشتبہ ہو جائے اور حلال و حرام کی تمیز نہ ہو تو جس انڈے کے دونوں طرف یکساں ہوں حرام اور جس کے مختلف ہوں حلال ہے۔

مکروہ: گھوڑا، خچر، گدھا، جس جانور نے اتفاقاً سور کا دودھ پیا ہو جس جانور نے شراب پی لی ہو جس جانور نے آدمی کا دودھ پیا ہو، ہدہد، خطاب (ابابیل)، قبرہ (چنڈول)، فاختہ، حباری (سرخاب)، صرد (ممولا)، صوام (عرب کی ایک چڑیا ہے جو خرمے کے درخت پر بیٹھتی ہے)، شقراق (نیلکنٹھ)، حلال جانور کی سولہ چیزوں میں حرام ہیں اور تین مکروہ باقی حلال۔

حرام: مقام پیشاب نر و مادہ کا، تلی، گوبر، خون، خصیہ، یہ پانچوں چیزیں

بالاتفاق حرام ہیں، مثانہ، بچہ دان، حرام مغز اور وہ دونوں چوڑے زرد پٹھے جو سر کے نیچے سے دُم تک ہوتے ہیں۔ غدود انگلیوں کی جڑ، آنکھوں کا سیاہ ڈھیلا، خرزہ (ایک گول چیز چنے کے برابر دماغ کے اندر ہوتی ہے۔ پتا ان چیزوں کی حرمت میں اختلاف ہے۔ مگر احوط ترک ہے۔ ہر جانور کا پیشاب مگر اونٹ کا پیشاب دواءً) منی۔ بلغم، ناک کا پانی وغیرہ) مردہ جانور اور جو ٹکڑا زندگی میں کاٹ لیا جائے۔ مردہ جانور کا انڈا جب چھلکا سخت ہو گیا ہو، حلال ہے۔

مکروہ | رگیں جو گوشت میں ہوں گردہ، آنت،

ذبح کی قسمیں | بارہ ہیں چھ مباح (جائز) ایک سُنت، چار حرام، ایک مکروہ مباح ہتھیار سے ذبح کرنا جیسے چھری، تیر، نیزہ وغیرہ شکاری کتے سے جو تعلیم کیا ہوا ہو، اور چھوڑنے کے وقت خدا کا نام لیا گیا ہو جب بچہ پیٹ میں مر گیا ہو اس کی خلقت پوری ہو چکی ہو تو فقط اس کی ماں کا ذبح کرنا اس کے حلال ہونے کے واسطے کافی ہوگا۔ لیکن اگر خلقت پوری نہ ہوئی ہو تو حرام ہے۔ تو اگر پیٹ سے زندہ نکلے تو اس کا بھی ذبح کرنا ضروری ہوگا مچھلی کا ذبح کرنا ضروری نہیں، مچھلی کا ذبح پانی سے زندہ نکلنا ہے خواہ کوئی بھی لے اور کسی مسلمان نے زندہ نکلتے دیکھا ہو تو جائز ہوگی۔ لیکن اگر پانی سے نکلنے کے بعد پھر پانی میں مر جائے تو بھی حرام ہو جائے گی۔ ٹڈی کا ذبح اس کو زندہ پکڑ لینا ہے، ہاتھ سے یا کسی چیز سے۔ جب جانور کا کسی حاجت وجہ سے باقاعدہ ذبح کرنا ممکن نہ ہو۔ تو جس طرح ممکن ہو۔ کسی ہتھیار کے مار ڈالنے سے حلال ہوگا۔ جیسے کنوئیں میں پھنسا ہوا جانور۔

سنت | شیعہ اثنا عشری کا با شرائط ذبح کرنا۔

حرام | اکافر یا دشمن اہلبیت یا دیوانہ نشہ میں مست، ناسمجھ کا ذبح کرنا۔

مکروہ | مخالف کا ذبح کرنا۔

ذبح کے متعلق امور ۲۳ ہیں، ۱۳ واجب، ۵ سنت اور پانچ مکروہ

واجب | ذبح کرنے والے کا (مرد ہو یا عورت بالغ ہو یا نابالغ) سمجھدار ہونا عاقل ہونا۔ دیوانہ نہ ہونا مست بدحواس نہ ہونا مسلمان ہونا۔ جانور کا قابل ذبح ہونا پس کتا، سور، ذبح کرنے سے پاک نہ ہوگا ہاں جو جانور نجس العین نہ ہو ذبح کرنے سے اس کی کھال کام میں لا سکتے ہیں (اگرچہ حرام گوشت ہو) چار رگوں (غذا اور سانس کا رستہ اس کے دونوں طرف کی رگیں) کا ٹنا لوہے سے ذبح کرنا، ذبح کے وقت بسم اللہ کہنا، ذبح کے وقت، قبلہ رُخ ہونا کہ اُس کا چہرہ، سینہ، گردن قبلہ کی طرف ہو، ایک ہی دفعہ ذبح کرنا، پس اگر بعض رگیں کاٹ کر چھوڑ دیں اس کے کچھ دیر بعد باقی رگوں کو کاٹیں تو جائز نہ ہوگا۔ ذبح کی وجہ سے مر جانا، ذبح کے بعد جانور کا حرکت کرنا اور خون کا نکلنا اونٹ کا نحر (نیزے سے گلے پر مارنا) اور باقی جانوروں کا ذبح کرنا

سنت | نحر کے وقت آگے کے دونوں پاؤں کا باندھنا۔ گائے کے ذبح کرنے میں چاروں ہاتھ پاؤں باندھ دینا اور دُم کو چھوڑ دینا۔ بکری وغیرہ کے آگے دونوں اور پیچھے کے ایک پاؤں کا باندھنا اور ایک پاؤں کا چھوڑ دینا، پرندکو ذبح کے بعد چھوڑ دینا۔

مکروہ | ذبح میں پس گردن کی ہڈی کا کاٹ دینا، ذبح کے وقت سر کا جدا کر دینا (مگر قصداً ایسا کرنا حرام ہے) ذبح کے وقت چھری کا نیچے سے اوپر کھینچنا، دوسرے جانور کے سامنے ذبح کرنا، جمعہ کے دن قبل زوال ذبح کرنا

جن چیزوں کا کھانا پینا حرام ہے نمبر ۱:- شراب اور نشہ دار چیز ہو، تاڑی، سیندھی وغیرہ، نمبر ۲- نجاسات، پیشاب، پاخانہ، منی، خون وغیرہ اور وہ چیز کسی نجاست کے ملنے سے نجس ہو جائے۔ مگر جو چیز قابل طہارت ہو وہ بعد طہارت استعمال کر سکتا ہے، غیر کا مال بغیر اجازت مگر چند اشخاص کے گھر کی چیز بغیر اجازت حاصل کئے کھا سکتا ہے، باپ، ماں، چچا، پھوپھی خالہ، ماموں وغیرہ، مٹی پاک ہو یا نجس، مگر خاک شفا چنے کے برابر اور گل ارمنی دوا کھا سکتا ہے۔ زہریلی چیزیں مگر جس کی کم مقدار مہلک نہ ہو اس کی اتنی ہی مقدار کھا سکتا ہے۔ جیسے افیون، بھنگ، دھتورہ، وغیرہ، وغیرہ جو نشہ پیدا کرتی ہیں مگر جس سے صرف ضعف اور سستی پیدا ہو وہ حرام نہیں ہیں جیسے افیون نفرت خیز چیزیں جیسے بلغم تھوک، گوبر وغیرہ۔

کھانے کے احکام اپنی حیثیت کے موافق مزہ دار کھانا، خود کھانا لوگوں کو کھلانا اس میں تکلف کرنا اور اس کی عمدگی میں اہتمام کرنا اگرچہ بہت خوب ہے اور اُن کا ترک محبوب نہیں مگر اس کا ضرور خیال رہے۔ کہ جو کچھ ہو۔ حلال ہو اور اتنا نہ کھائے کہ خدا کی عبادت سے باز رکھے۔ اور جانوروں کی طرح برابر کھانے پینے میں مصروف نہ رہے بلکہ اس سے اصل مقصود عبادت کی قوت احکام خدا کا بجا لانا اور فضول خرچی کی حد تک نہ پہنچے۔ پہر دن چڑھے کھانا کھائے اور پہر دن بھر کچھ نہ کھائے پھر رات کو نماز عشاء کے بعد کھائے رات کے کھانے کو کبھی ترک نہ کرے خصوصاً شب شنبہ اور شب یکشنبہ کو کیونکہ اس سے ایک ایسی قوت زائل ہو جاتی ہے۔ جو چالیس روز تک نہیں پلٹتی گھر سے جب باہر کو جائے تو بغیر کھانا کھائے نہ جائے پیالے کو روٹی پر نہ رکھے

کھانے کی تہذیب ہاتھ دھونا بسم اللہ کہنا۔ جو خدا نے دیا ہے اس پر

راضی رہنا اور شکر ادا کرنا، اپنے آگے کی طرف سے کھانا۔ کم سے کم تین انگلیوں سے لقمہ اٹھانا، اچھی طرح چبانا، کھانے کے وقت لوگوں کا منھ نہ دیکھنا دو زانو بیٹھنا، حالت جنابت میں نہ کھانا۔ جب تک بھوک نہ ہو نہ کھانا، لقمے چھوٹے چھوٹے اٹھانا۔ بہت گرم نہ کھانا، اگر گرم ہو تو منھ سے نہ پھونکے بلکہ ٹھہر جائے فرش زمین پر کھائے لیٹ کر نہ کھائے بائیں ہاتھ کے ٹیکنے میں مضائقہ نہیں، چار زانو نہ بیٹھنا، راستہ چلتے نہ کھانا۔ ابتدا میں سب سے پہلے میزبان اس کے بعد داہنے طرف والے۔ اس کے بعد بائیں طرف والے لوگوں کا ہاتھ دھونا اور کھانے کے بعد بائیں طرف سے ابتدا کریں اور میزبان پر ختم، جس دسترخوان پہ شراب ہو کھانا نہ کھانا ابتدا و ختم نمک پر کرنا۔ کھانے کے بعد ہاتھ دھونا اور منھ پر پھیرنا، ساتھ کھانے والوں کا ایک ہی طشت میں ہاتھ دھونا۔ ہڈی کا منھ سے صاف کرنا جو دانہ دسترخوان پر گر جائے اس کا کھانا روٹی کو چھری سے نہ کاٹنا کھانے کے وقت یہ دعا پڑھنا۔ اَللّٰهُمَّ هٰذَا مِنْكَ وَمُحَمَّدٌ رَسُوْلُكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ۔ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ۔ ہاتھ دھونے کے بعد سجدہ پر ہاتھ پھیرنا اور یہ دعا پڑھنا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ سَوَّغَنِيْهِ اَللّٰهُمَّ اَمْرِئْنِيْهِ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد چت لیٹنا اور داہنے پاؤں کو بائیں پاؤں پر رکھنا۔ کھانے کے بعد خلال کرنا، اور جو نکلے اسے تھوک دینا اور خلال کے بعد بغیر کلی کئے پانی پینا۔

پانی پینے کی تہذیب کھانا کھانے کے بعد پینا، زمزم یا فرات یا بارش یا کسی حوض یا کا جو نقش دیکھ پینا پینے کے وقت بسم اللہ اور الحمد للہ کہنا، اور امام حسین علیہ السلام پر صلوات اور ان کے قاتلوں پر لعنت بھیجنا۔ رات کو کھڑے ہو کر

نہ پینا۔ ظرف کے دستے کی طرف سے نہ پینا۔ ٹوٹے ہوئے ظرف میں نہ پینا، شیشہ یا لکڑی یا مٹی کے برتن سے پینا۔ بائیں ہاتھ سے نہ پینا۔

لباس کی تہذیب | واجب، حرام، سنت، مکروہ۔

واجب | مرد کو آگے پیچھے کا چھپانا، مگر بہتر ہے کہ کمر سے گھٹنے تک چھپائے رہے۔ اور عورت کو تمام بدن کا چھپائے رہنا۔

حرام | خالص ریشم کا وہ لباس جو ساتر ہو سکے (مرد کے لئے) سونا خالص ہو یا میل کے ساتھ (مرد کے لئے)، مردہ جانور کی کھال، حرام جانور کی کھال، بال، دانت، سینگ، بلکہ تمام اجزا (نماز میں)، مرد کو خاص عورت کا اور عورت کو خاص مرد کا لباس پہننا، جو لباس خاص کفار کا ہو۔

تصریح | جب ریشم میں کوئی چیز ملا کر کپڑا بنایا جائے تو مردوں کے لئے بھی کوئی مضائقہ نہیں مگر بہتر ہے۔ کہ دوسری چیز سوت یا کتان ہو اور کم سے کم ریشم کا دسواں حصہ ہو اور عورتوں کو ہر حالت میں خالص ریشم بھی جائز ہے اور سونا بھی۔

سنت | جب جائز طریقے سے حاصل کر سکے تو اپنی حیثیت کے موافق اچھے کپڑے جو زینت اور عزت و آبرو کا باعث ہو سوت یا کتان کے کپڑے سفید یا زرد یا سبز، گلابی پہننا یا عدسی عمامہ تحت الحنک کے ساتھ باندھنا کھڑے ہو کر باندھنا، کپڑے پہننے کے وقت بسم اللہ کہنا، نئے کپڑے پہنتے وقت لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ کہنا۔

مکروہ | اپنی حیثیت کے موافق کپڑے نہ پہننا جو ذلت کا باعث ہو مردوں کے لیے خاص ریشم کی کوئی چیز (رومال، ٹوپی اگرچہ ساتر ہونے کے قابل نہ ہو) ہمیشہ میلے کپڑے پہننا، سیاہ یا سرخ مائل بہ سیاہی مگر عمامہ، جبا،

موزہ، بہت لمبی چوڑی آستین والا، بہت نیچا کپڑا، گٹنے سے نیچا پائجامہ کھڑے ہوکر پائجامہ پہننا، جو کپڑے خاص زینت کے ہوں اُن کو بے موقع پہننا۔

جوتا سیاہ رنگ کا مکروہ ہے، اور سب سے اچھا رنگ زرد پھر سفید، پھر سُرخ ہے۔

مکان بنانے کی تہذیب **سُنّت**:۔ مکان بنوانے کے وقت ایک گوسفند ذبح کرنا، اور اس کا گوشت محتاجوں کو کھلانا ذبح کے وقت یہ دعا پڑھنا اَللّٰهُمَّ ادْحَرْ عَنِّیْ مَرَدَةَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالشَّيَاطِيْنِ وَبَارِكْ لِيْ فِيْ بِنَائِيْ مکان کا کشادہ ہونا۔ نماز کے واسطے کوئی جگہ خاص مقرر کرنا، ایسی جگہ مکان بنانا جہاں کے ہمسایہ نیک چلن ہوں۔

تصریح مکان بناتے وقت سات دھاتیں سات رنگ کے کپڑے بانی کا نام، تاریخ، روز، غرض بنا، وغیرہ موم جامہ پر لکھ کر شیشہ اور بنیاد کے اندر دفن کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

مکروہ اپنی ضرورت سے فاضل بنانا، لوگوں کو دکھانے کی غرض سے بنانا، آٹھ گز سے زیادہ اونچا کرنا، جاندار چیزوں کی نقاشی کرنا، سونے کی نقاشی کرنا۔

مسواک کے فوائد پیغمبروں کی سنت منھ کی صفائی، آنکھوں کی جلا، خدا کی خوشنودی۔ دانتوں کی جلا۔ اعمال خیر میں نیکی کی زیادتی، دلائت در سوز ہنے گرجانے سے حفاظت۔ دانتوں کی مضبوطی، بھوک کی زیادتی، حافظہ کی افزائش بلغم کا دفعیہ فرشتوں کی خوشی۔

تنبیہ پائخانہ اور حمام میں مسواک کرنا مکروہ ہے۔

حجامت کی تہذیب لب اور مونچھ کے بال اور ناخنوں کا۔ جمعہ یا پنجشنبہ کو کٹوانا، ناخنوں کے کٹوانے میں بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے شروع کرنا اور داہنے ہاتھ کے انگوٹھے سے شروع کرنا سنت ہے۔

داڑھی کا منڈانا یا اتنی اصلاح کہ منڈانے سے مشابہ ہو جائے حرام ہے۔ ایک قبضہ سے زیادہ مکروہ کم سے کم اتنی۔ کہ دور سے دوسرے کو معلوم ہو واجب اور اتنی کہ نہ بہت چھوٹی ہو نہ بڑی سُنت ہے۔

تقصیر یح عورتوں کو بغیر ضرورت سر کے بالوں کا تراشنا حرام ہے۔ اور مردوں کو منڈانا سنت ہے، اور سارے سر پر بال رکھنا بھی، مگر بال رکھے تو بالوں کا دھونا تیل ڈالنا، کنگھی کرنا، مانگ نکالنا بھی سُنت ہے۔

خاک شفا کھانے کا طریقہ امام حسینؑ کے تربت کی خاک موت کے سوا ہر مرض کی دوا ہے مگر اس کا یوں ہی بغیر ضرورت کھانا گناہ بھی ہے۔

ایک حدیث میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ جس شخص نے بغیر قصد شفا خاک پاک کھائی۔ اس نے میرا گوشت کھایا۔ غرض کہ جب ضرورت ہو تو اس کو اس طرح کھائے کہ پہلے خاک پاک ایک چنے کے برابر داہنے ہاتھ میں لیکر اس کا بوسہ لے آنکھوں سے لگائے اس کے بعد یہ دعا پڑھے۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ التُّرْبَةِ الْمُبَارَكَةِ الطَّاهِرَةِ وَرَبَّ النُّوْرِ الَّذِيْ اُنْزِلَ فِيْهِ وَرَبَّ الْجَسَدِ الَّذِيْ سَكَنَ فِيْهِ وَرَبَّ الْمَلٰئِكَةِ الْمُوَكَّلِيْنَ بِهَا اجْعَلْهُ لِيْ شِفَاءً مِنْ دَاءِ كَذَا وَكَذَا۔ اور کذا وکذا کے بعد اپنی بیماری کا نام لے اس کے بعد آب زمزم یا آب نیساں ایک گھونٹ پی جائے پھر یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ رِزْقًا وَاسِعًا وَّعِلْمًا نَافِعًا وَّشِفَآءً مِّنْ کُلِّ دَآءٍ وَّسُقْمٍ۔

استخارہ امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ میرے بندے کی کمبختی اس میں بھی ہے کہ کوئی کام کرے اور مجھ سے بھلائی کا خواستگار ہو ایک حدیث میں ہے کہ جب میں استخارہ کر لیتا ہوں تو مجھے اس کی پرواہ نہیں رہتی۔ کہ میں بلا میں گرفتار ہوں گا یا راحت میں رہوں گا۔ مگر اس کا بھی خیال رہے کہ استخارہ کے معنے یہ ہیں کہ جب کسی مباح کام کرنے میں تردد ہو۔ اور اس کا نتیجہ اور انجام معلوم نہ ہو تب استخارہ کرنا چاہیئے کیونکہ اس کے معنے خدا سے مشورہ کرنے کے ہیں یہ نہیں کہ غیب کی بات معلوم کرنا مقصود ہو۔ کہ فلاں کام ہوگا یا نہیں اور یہ بھی خیال رہے کہ کسی واجب یا حرام کے لئے استخارہ جائز نہیں ہے اور جو حکم استخارے کا ہو اس پر راضی رہے۔ اور خیال کرے کہ اسی میں بھلائی ہے اور جب کسی کام کے واسطے استخارہ مطلقاً منع یا حکم دے تو پھر دوبارہ نہ کرے اور اس کے بہت سے طریقے ہیں۔

پہلا طریقہ پہلے خدا کی حمد و ثنا کرے۔ محمد و آل محمد پر درود بھیجے اس کے بعد یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنَّکَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اس کے بعد اگر کوئی مشکل کام ہو تو سو مرتبہ اَسْتَخِیْرُ اللّٰہَ بِرَحْمَتِہٖ کہے اور معمولی کام ہو تو تین مرتبہ اس کے بعد تسبیح پر ہاتھ ڈالے اور شمار کرنا شروع کرے۔ اگر طاق نکلے تو حکم ورنہ ممانعت سمجھے۔

دوسرا طریقہ جس کام میں تردد ہو۔ اُس کا خیال کر کے خدا سے دعا کرے اور بھلائی کا خواستگار ہو۔ پھر دو رکعت نماز پڑھے اور سَو مرتبہ اَسْتَخِیْرُ اللّٰہَ بِرَحْمَتِہٖ کہے اس کے بعد اپنے دل کی طرف رجوع کرے

تیسرا طریقہ پہلے سَو مرتبہ اَسْتَخِیْرُ اللّٰہَ بِرَحْمَتِہٖ کہے اس کے بعد اپنے بہی خواہوں سے مشورہ کرے جو مشورہ دیں اس پر عمل کرے۔

چوتھا طریقہ قرآن مجید کو ہاتھ میں لے کر پہلے تین مرتبہ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ" پڑھے پھر تین مرتبہ درود پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ تَفَاءَلْتُ بِكِتَابِكَ وَتَوَكَّلْتُ عَلَيْكَ فَاَرِنِیْ مَا هُوَ الْمَكْتُوْمُ مِنْ سِرِّكَ الْمَكْنُوْنِ فِیْ غَيْبِكَ پھر قرآن کھولے اور جو کچھ اس کے داہنے طرف والے صفحہ کی پہلی سطر میں نکلے اس پر عمل کرے۔

پانچواں طریقہ تسبیح ہاتھ میں لے اور تین مرتبہ درود پڑھے۔ اس کے بعد تسبیح کے دانوں میں ہاتھ ڈالے اور دو دو کر کے گن جائے اگر ایک نکلے تو خوب ورنہ بد۔

چھٹا طریقہ تین پرزوں پر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ خِيَرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ لِفُلَانِ ابْنِ فُلَانَةَ اِفْعَلْ اور تین پر لکھے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ خِيَرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ لِفُلَانِ ابْنِ فُلَانَةَ لَا تَفْعَلْ اور فلان ابن فلاں کی جگہ اپنا اور اپنی ماں کا نام لکھے اور سب پرزوں کو اپنی جانماز کے نیچے رکھے اور دو رکعت نماز پڑھے نماز کے بعد سجدہ میں جائے اور سو مرتبہ اَسْتَخِيْرُ اللّٰهَ بِرَحْمَتِهٖ خِيَرَةً فِیْ عَافِيَةٍ کہے اور پھر سیدھا ہو بیٹھے اور یہ دعا پڑھے

اَللّٰهُمَّ خِرْلِیْ وَاخْتَرْلِیْ فِیْ جَمِیْعِ اُمُوْرِیْ فِیْ یُسْرٍ مِّنْکَ وَعَافِیَۃٍ پھر پرزوں کو باہم ملادے اور ایک ایک نکالنا شروع کرے اور دیکھتا جائے اگر برابر تین "افعل" نکلیں تو اس کام کو ضرور کرے اور اگر برابر تینوں "لاتفعل" نکلے تو اسکو ہرگز نہ کرے اور اگر بعض "افعل" اور بعض "لاتفعل" نکلے تو پانچ پرزوں تک نکالے اگر "افعل" زیادہ ہو تو کرا ور "لاتفعل" زیادہ ہو تو ترک کرے

ساتواں طریقہ ایک پرزے پر "لا" لکھے اور دوسرے پر "نعم" اور دونوں کو مڑ کر گندھی ہوئی مٹی میں رکھکر دو گولیاں بنائے پھر دو رکعات نماز پڑھے اور دو گولیوں کو اپنے دامن کے نیچے رکھے اور یہ دعا پڑھے یَا اَللّٰہُ اُشَاوِرُکَ فِیْ اَمْرِیْ ھٰذَا وَاَنْتَ خَیْرُ مُسْتَشَارٍ وَّمُشِیْرٍ فَاَشِرْ لِیْ بِمَا فِیْہِ صَلَاحٌ وَّحُسْنُ عَاقِبَۃٍ پھر اپنا ہاتھ دامن کے نیچے لے جائے اور ایک گولی نکالے۔ اگر "نعم" ہو تو کرے اور "لا" ہو تو نہ کرے۔

تنبیہ دیوان حافظ یا باطل اشعار سے فال دیکھنا یا منجموں کے قرعہ پر اعتماد کرنا لغو بے فائدہ ہے۔

مسائل دستخطی

سرکار شریعتمدار شمس العلماء مولوی السید نجم الحسن صاحب قبلہ

سوال:۔ اگر کوئی شخص سورۂ "النجم" کو پڑھے اور سجدہ کرنا بھول جائے جاہل ہو کر سجدہ کن سورتوں میں واجب ہے اور بعد چند یوم کے معلوم ہو تو اب سجدہ کرے گا۔ بہ نیت قربت یا بہ نیت قضا۔

الجواب:۔ جس وقت یاد آجائے بہ نیت قربت سجدہ کرے۔

سوال:- طلاق میں شاہدین عادلین کی ضرورت ہے یا نہیں۔

الجواب:- طلاق میں شاہدین عادلین کا موجود ہونا شرط صحت ہے ورنہ طلاق صحیح نہ ہوگی۔

سوال:- زید کا عقد ہندہ سے ہوا جب ہندہ گھر میں زید کے آئی تو معلوم ہوا کہ کسی شخص سے حاملہ ہے۔ پس وہ عقد صحیح ہوگا یا نہیں اور در صورت صحت قبل وضع حمل مقاربت اس سے جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:- اگر حمل مذکور ناجائز ہے تو نکاح صحیح ہے اور مقاربت ناجائز ہوگی۔

سوال:- انگریزوں کی ملازمت کرنا اس غرض سے کہ بسبب نہ ہونے اہل تشیع کے کچہریوں میں اکثر مقدمات ان لوگوں کے بمقابل اہل خلاف کے خراب ہوتے ہیں کیسا ہے اور جو لوگ ملازم ہیں وہ گنہگار ہونگے یا نہ۔

الجواب:- نیت ملازمت اگر ناجائز نہیں ہے تو ملازمت بہ نیت مذکورہ جائز ہوگی۔

سوال:- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عورت شیعہ اگر قصد کرے اہلسنت سے نکاح کا اور زید بھی جو خلاف مذہب رکھتا ہے وہ بھی راضی ہے آیا نکاح اس سے جائز ہے یا نہ؟

الجواب:- نکاح زن شیعہ کا غیر شیعہ سے ناجائز ہے۔

سوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ۵ روزہ نذر کئے شب کو مدد گردہ اٹھا زید نے انتقال کیا تو روزے اُن کی اولاد پر ہوں گے یا نہیں۔

الجواب:- علی الاحوط ولد الاکبر کو ادا کرنا چاہیئے۔

سوال:- متولی اگر آمدنی موقوفات کو اپنے مصارف میں لائے عند الضرورت

تو جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: صرف کرنے کی اجازت واقف کی طرف سے ہے تو بقدر اجازت جائز ہوگا۔ ورنہ ناجائز بلکہ ایسی صورت میں متولی مذکور کی تولیت بھی ناجائز ہو جائے گی۔ اور وہ شرعاً متولی نہ سمجھا جائے گا۔ واللہ تعلیم۔

نجم الحسن عفی عنہ

سوال:- بندہ کی عمر تخمیناً ۴۳ سال کی ہوگی۔ قضا نماز بے شمار یعنی کون کونسی قضا ہے اُس کا علم نہیں ہے اور کون کون سی پڑھی یاد نہیں یقیناً قضا بہت زیادہ تھیں اور قلیل ادائی ہونگی ان کو کیونکر ادا کروں برائے مہربانی اس کو بہت ہی مفصل لکھیں یعنے قضا کیسے ادا کیجاتی ہے کیا ہر وقت قضا پڑھی جا سکتی ہے۔ کیا میں اپنی زندگی میں کسی اور شخص کو تنخواہ دے کر نمازیں پڑھوا سکتا ہوں کیا تمام قضا ادا کرنی چاہیئے۔ جو نمازیں آواز ادا کیجاتی ہیں۔ کیا قضا کے وقت بھی با آواز ادا کرنی چاہئیں۔ فرض کیا کہ وقت ظہر کا ہے۔ اور بندہ کو شام کی قضا پڑھنی ہے۔ کیا اسوقت پڑھ سکتا ہوں اور کیا آواز بلند پڑھنا چاہیئے۔ نوافل اگر قضا ذمہ ہوں تو پڑھنا چاہیئے نہ اور کیا نوافل بھی قضا پڑھے جاتے ہیں۔

الجواب:- درصورت قضا نمازوں کی تعداد معلوم نہ ہو تو انسان کو غور کرکے ایک ایسی تعداد مقرر کرنا چاہیئے کہ جس کے کم از کم قضا ہونے کا اس کو یقین اور اس سے زیادہ کا صرف احتمال ہو۔ لیکن یقین نہیں اور اتنی تعداد کا بجالانا انشاء اللہ کافی ہوگا لیکن احوط یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ تعداد بجالائے جس کے بعد برأت ذمہ کا یقین ہو جائے مثلاً ایک شخص کی عمر ۵۰ سال کی ہے اور اس کو یقین ہے کہ کم از کم ۲۰ سال کی نماز میری ضرور قضا

ہوئی اور زیادہ سے زیادہ اگر قضا ہوئی تو چالیس سال سے زیادہ یقیناً نہیں ہے تو اس صورت میں اس کے لئے ۴۰ سال کی نمازیں پڑھنا کافی ہوں گی۔ لیکن احوط یہ ہے کہ ۴۰ سال کی نمازیں بجالائے۔ قضا کا کوئی خاص طریقہ نہیں وہی نماز کہ جو اس کے وقت میں نہیں پڑھ سکا ہے دوسرے وقت اسی صورت سے بجالائے۔ بایں نیت کہ فلاں نماز پڑھتا ہوں قضا واجب قربۃً الی اللہ، قضا کا کوئی وقت مقرر نہیں ہر وقت پڑھی جا سکتی ہے۔ لیکن جتنا ہو بہتر ہے زندگی میں کسی شخص کو اجرت دے کر یا بلا اجرت نمازیں پڑھوانا صحیح نہیں ہے، بلکہ خود انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنی قضا نمازوں کو بجالائے۔ جتنی قضا نمازیں ہوں سب کو ادا کرنا چاہیئے۔ قضا کی کیفیت صورت ادا کے مثل ہے لہذا جو نمازیں ادا بآواز بلند پڑھی جاتی تھیں، وہ قضا کے وقت بآواز بلند پڑھی جائیں گی۔ اگرچہ ظہر کے وقت میں ہو اور جو نماز آہستہ پڑھی جاتی تھی وہ قضا میں آہستہ پڑھی جائے اگرچہ مغرب وعشا یا صبح کے وقت بجالائے، نوافل مرتبہ یعنے نماز پنجگانہ کے ساتھ والے نوافل جو شرعاً مستحب ہیں ان کی قضا بھی مستحب ہے۔ واللہ العالم

سوال: قرأت قرآن بطریق تجوید و تغلیل در منو بلکہ بروایات جلد اول مقرر کر کے قرأت شرعاً کس حد تک جائز ہے۔ کیا آنحضرت قرأت نزد علماء جائز لیا گیا ہے

الجواب: وہ مقرر قرأت جہاں تک لفظ کی صحت ترتیل اور صورت ... میں جو ... عرب میں اس کے لئے مقرر ہے تغیر پیدا نہ کرے محل الی کے اور بہ جائز ہے لیکن پابندی اس کی اس حد تک لازم کہ جو حروف کے مخارج

معینہ سے ادا ہونے میں دخیل ہو اس قدر کہ ان حروف کی آواز میں تفرقہ پیدا ہو جائے اور معلوم ہو کہ ضاد، ضاد ہے اور ظاء، ظاء ہے اور اسی طرح دیگر حروف)، واللہ اعلم

سوال ۵۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ مندرجہ ذیل میں کہ وہ زراعتیں جو نہر و دریا وغیرہ سے سینچی جاتی ہیں اور گورنمنٹ کی طرف سے زراعت میں پانی پہونچانے کا انتظام اس طرح کیا جاتا ہے۔ کہ نہر سے زراعت تک نالیاں بنادی جاتی ہیں۔ لیکن ان نالیوں کے بنانے کی ذمہ دار خود گورنمنٹ ہے اس کی اجرت زراعتوں سے نہیں لی جاتی مگر پانی کی مقدار جو گورنمنٹ کی طرف سے معین ہے اس کے حساب سے قیمت لی جاتی ہے تو اس صورت میں ایسی زراعتوں کے غلات میں زکوٰۃ کی مقدار کیا ہے؟

الجواب:۔ جبکہ پانی نہر یا دریا کا ان نالیوں میں خود سے آکر باغ میں جاری ہوتا ہے اور پانی کے نکالنے میں نہر و دریا سے اُن نالیوں تک پہنچانے کے لئے مشین یا آلہ کی [illegible] نہیں ہے تو علی الظاہر زراعت مذکورہ سے عشر دینا لازم ہوگا۔ واللہ اعلم

(لویڈ پریس مشن باغ لاہور میں چھپی)

شیعان حیدر کرار کیلئے چند تازہ قابلقدر کتب

سوانح عمری حضرت امام رضا علیہ السلام حصہ اول | مصنفہ جناب سید
مظہر حسن صاحب قبلہ سہارنپوری ۔ قابل دید کتاب ہے قیمت صرف ایک روپیہ

زاد العقبیٰ اردو ترجمہ مودۃ القربیٰ | حضرت سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ
رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب مودۃ القربیٰ کا اردو ترجمہ مع اصل عبارت
عربی کے بار دوم مؤلف ممدوح کی سوانح عمری ۔ کافی روشنی ڈال کر اعلیٰ
کاغذ پر عمدہ لکھائی پر طبع ہوا ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ چھ آنہ

الحمیرا | ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رسول خدا کی دیگر ازواج میں
ایک بی بی ہیں۔ آپ کا لقب حمیرا بھی ہے۔ اسلامی سلسلہ روایات میں
آپ کی شخصیت ایک پہلو لئے ہوئے ہے، آپ ہی نے رسول مقبول کو
نگار خانہ لعبت چین بنا دیا۔ قیمت صرف چودہ آنہ

مسح رجلین بجواب غسل رجلین ۔ قبلہ نجم الملت صاحب فرماتے ہیں۔ یہ
رسالہ اپنی طرز میں بے نظیر ہے۔ قیمت صرف ۲

تفریح الشیعہ | یہ اپنی قسم کی نرالی کتاب ہے جس میں لطیف ترین
مضامین درج ہیں قیمت صرف بارہ آنہ

ارسال الیدین | نماز میں ہاتھ باندھنے اور کھولنے پر نہایت مدلل
فیصلہ قیمت صرف نو آنہ

عقل و تہذیب اہلحدیث | اس رسالہ میں فرقہ اہلحدیث کے اصول و فروع
دین تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ قیمت صرف ایک روپیہ

اعجاز جعفری اس میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے تمام معجزات نظم میں درج ہیں قیمت صرف ۴ر

دلچسپ مکالمہ اس میں مولانا سید الطاف صاحب حالی اور سید سجاد حسن صاحب نے مناظرہ کی اہمیت فریقین کے اختلاف اور شیعوں کا برسرِ حق ہونا ثابت کر کے مولانا ممدوح کو اپنے ہمخیال بنایا ہے۔ قابلدید کتاب ہے۔ قیمت صرف چھ آنہ

دافع وہم مصنفہ سید سجاد حسین صاحب۔ جسمیں مسئلہ تقیہ کی نسبت بحث کر کے دکھایا گیا ہے۔ کہ تقیہ شعائر اسلام ہے اور کن مواقع پر شریعت نے اس کی اجازت دی ہے قیمت صرف ۱۲ر

فلسفہ شہادت اس میں یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ سید الشہداء نے کیوں شہادت اختیار کی اس سے اسلام کو کیا فائدہ پہنچا۔ اس کے جواب و انصار نے کیا کیا کام کئے۔ لکھائی۔ چھپائی کاغذ نہایت ہی عمدہ ہے قیمت صرف چھ آ

خلفائے ثلاثہ کا بیان ایک محقق، فاضل سنی المذہب کی تحقیق کا نتیجہ ہے۔ قیمت صرف ۲ آنہ

نماز امامیہ با ترجمہ اصول دین خطبات عیدین وغیرہ مطابق فتوی جناب شمس العلماء مولانا السید علی الحائری المقتی مجتہد العصر و الزمان اعلی مقامہ و جناب ناظم ملت مولوی سید نجم الحسن صاحب قبلہ مجتہد العصر و الزمان اعلی اللہ مقامہ اس میں تمام واجبات کے مفصل احکام درج ہیں یہ نماز شیعہ بچوں کیلئے نہایت ہی آسان اردو میں لکھی گئی ہے۔ ہدیہ صرف آٹھ آنہ

مینیجر امامیہ کتب خانہ مغل حویلی اندرون موچی دروازہ لاہور (پاکستان)